فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	پیش گفتار	۵
۲	(۱) نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳
۳	(۲) قرآن کریم میں نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۲
۴	(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داعیانہ اخلاق	۷۱
۵	(۴) عصمت انبیاء کرام علیہم السلام اور انعام نبوت	۱۲۹
۶	(۵) جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان	۱۳۶
۷	(۶) پیام رساں اُمت	۱۴۳
۸	(۷) امت محمدیہ کی بعثت ومقام	۱۹۶
۹	(۸) نماز	۲۱۳
۱۰	(۹) علم وذکر	۲۴۹
۱۱	(۱۰) اکرام مسلم	۲۸۴
۱۲	(۱۱) اخلاص نیت	۲۹۸
۱۳	(۱۲) اعلانِ حج	۳۳۲
۱۴	(۱۳) اللہ کی نشانیاں	۳۳۹
۱۵	(۱۴) علامہ سید سلیمان ندوی کا نظریہ دعوت وتبلیغ	۳۵۵
۱۶	(۱۵) مشیخت وارادت	۳۷۱
۱۷	(۱۶) قلب ذاکر ساز الا اللہ ہے	۳۸۵
۱۸	(۱۷) حقیقت ذکر کے حصول کی معالجانہ تدبیر (علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں)	۳۸۹

۱۹	(۱۸) صفات الٰہیہ	۳۹۴
۲۰	(۱۹) رومی رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف	۴۰۴
۲۱	(۲۰) سلوک سلیمانی پر ایک اجمالی نظر	۴۱۹
۲۲	سلوک سلیمانی	۴۳۹
۲۳	(۲۱) شمیم العطور المجموعۃ	۵۴۹

❀❀❀

2

پیش گفتار

حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر اور سدا بہار مقالات کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس جلد میں کل اکیس مقالات شامل ہیں۔ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے بعض پہلو اور دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد ان مقالات کا موضوع ہے۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

(۱) پہلا مقام ''نبی الرحمۃ ﷺ'' ماہنامہ بینات (جون، جولائی ۱۹۷۶ء) اور ماہنامہ الحق (جون، جولائی ۱۹۷۶ء) میں شائع ہوا، یہ مقالہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس منعقدہ مارچ ۱۹۷۶ء کے لیے لکھا گیا، بعد ازاں عربی اور انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا اور سلیمان اکیڈمی پشاور سے کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی شان رحیمی جو آپ کا لازمہ تھا کی ہمہ گیریت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> آپ ﷺ کی رحمت زمان و مکان کی وسعتوں پر چھائی ہوئی اور ازل و ابد پر محیط ہے۔ آپ کا ہر قول و فعل، ہر ارادہ و عمل، ہر حرکت و سکون، ہر تکلم و سکوت، ہر نظریہ و فکر، زندگی کا ہر جزو و کل رحمت ہی رحمت ہے۔ نہ صرف آپ کی ذات بابرکت ہی سراپا رحمت ہے، بلکہ آپ کا دیا ہوا صحیفۂ الٰہی، آپ کا پہنچایا ہوا دین، آپ کی لائی ہوئی عبادت، آپ کی شریعت اور اس کا ایک ایک حکم، آپ کا پیش کردہ طرزِ ماند و بود، و نظام ہائے معیشت و معاشیات، و اقتصاد و سیاسیات، عدل و معاشرت اور انسان کے جملہ طبقات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں ہدایات سب نری رحمت ہیں۔
>
> پھر پورے مقالہ میں اسی اجمال کی کسی قدر تفصیل پیش کی گئی ہے۔

(۲) دوسرا مقالہ ''قرآن کریم میں نعت مصطفوی'' ماہنامہ الرشید لاہور کے نعت نمبر ۱۴۱۱ھ کے لیے بطور مقدمہ لکھا گیا، اس میں قرآن مجید سے ان آیات کو مع ترجمہ اور مختصر تشریح کے جمع کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کی نعت فرمائی ہے، آپ نے قرآن مجید سے آنحضرت ﷺ کے چھبیس اسماء مدحیہ ذکر فرمائے ہیں اور پھر ہر ایک پر آیت کریمہ پیش کی ہے۔ اس کے بعد وہ صفات ذکر کی ہیں جن میں آپ ﷺ کا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اشتراک تھا، پھر ان صفات مبارکہ پر آیات پیش فرمائی ہیں جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھیں۔ آخر میں قرآن مجید نے آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کا جن جن آیات میں تذکرہ کیا ہے، وہ ذکر فرمائی ہیں۔ غرض پورا مقالہ قابل دید و استفادہ ہے اور اپنی موضوع کی ندرت کے اعتبار سے قابل رشک۔

(۳) تیسرا مقالہ ''آنحضرت ﷺ کے داعیانہ اخلاق'' ماہنامہ بینات (اکتوبر ۱۹۷۶ء تا فروری ۱۹۷۷ء) پانچ مبسوط قسطوں میں شائع ہوا۔ بعد ازاں سلیمان اکیڈمی پشاور سے مستقل کتابچہ کی صورت میں بھی شائع ہوا۔ اس مقالہ میں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے بعض پہلو اور تعلیم و دعوت میں آپ کے برتے ہوئے اخلاق عالیہ کا والہانہ تذکرہ ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ آج ملت میں دعوتی اور اصلاحی کاموں کا نتیجہ خیز نہ ہونا اسی وجہ سے ہے کہ داعی اول کے داعیانہ اخلاق فراموش کر دیے گئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> آج ملت میں لیڈرانہ مرض عام ہوتا جاتا ہے کہ اسلام کی ہر ایک آواز دیتا ہے لیکن اس کی پرواز پر کوئی نہیں جاتا۔ اس کے گن ہر ایک گاتا ہے اور اسے امت کے ہر مرض کا مداوا اور اکسیر اعظم اور اس کی نجات کے لئے واحد علاج قرار دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں ایک قدم بھی اس سمت میں نہیں بڑھاتا۔ یہی سبب ہے ہماری دینی پژمردگی، اخلاقی اضمحلال اور دنیاوی زوال کا۔ ہمارے قول و دعوت کو ہمارا فعل و عمل جھٹلاتا ہے۔ ہماری دعوتی مجالس اسی لئے بے اثر، ہمارے تبلیغی ادارے اسی وجہ سے بے جان اور ہماری احیاء دینی کی کوششیں اسی لئے سعیٔ لاحاصل ہیں۔ اسی لئے وقت کی پکار ہے کہ اسلام کے داعی اول، انسانیت کے سب سے بڑے مصلح اور معلم اِخلاق ﷺ کی داعیانہ زندگی کا بغرض استفادہ و اتباع مطالعہ

کیا جائے کہ وہ کیا بنیادیں تھیں جن پر ''ام القریٰ'' کے نبی امی (فداہ امی وابی) ﷺ نے اپنی دعوت کو استوار کیا تھا۔ تاکہ ہم پھر اس نور سے فیض پا کر اور اس نمونہ کو اپنا کر اپنی زندگی کو نکھار اور اپنے اخلاق کو سنوار سکیں کہ ہر امت کی اصلاح اس نبی کے طریقہ کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔

یہ مقالہ ایک داعی دین کو وہ بنیادی روح مہیا کرتا ہے جس کے بغیر دعوت دین کی محنت کا ثمرہ خیز ہونا ممکن نہیں۔ اس مقالہ کا ایک جزء ''عظیم ترین معلم اخلاق ﷺ'' مستقل مضمون کی شکل میں ماہنامہ البیان پشاور میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۴) چوتھا مقالہ ''عصمت انبیاء کرام علیہم السلام اور انعام نبوت'' ماہنامہ البیان دسمبر ۱۹۸۳ء کے اداریہ کے طور پر لکھا گیا۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ اس مقالہ میں نبوت کا اجتباء اور موہبت الٰہی ہونا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر بحث کی گئی ہے۔ مسلک اہل السنہ والجماعہ کے مطابق عقیدہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کی وضاحت اور اس حوالے سے غلط تعبیرات پر نقد کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں:

> عصمت، انبیاء علیہم السلام کی صفات لازمہ اور ذاتیہ میں سے ہے جس سے اللہ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو نوازا اور جملہ انسانوں سے ممتاز کیا اور اپنی خصوصی عنایت سے انہیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے محفوظ فرمایا اور معصیت اور اپنے اوامر کی مخالفت سے باز رکھا کہ حکمت الٰہی نے انہیں قدوہ اور اسوۂ صالحہ بنایا ہے کہ ان کا عمل شریعت و دین ہے۔ اگر وہ گناہ کرتے تو (العیاذ باللہ) گناہ جائز ہو جاتا اور یہ شرعاً و عقلاً محال ہے۔ پس عصمتِ انبیاء سے کلی یا جزوی انکار حکمت تشریعی اور حقیقت نبوت سے ناواقفیت کا نشان ہے۔ اسی طرح بشریت کے اثبات کے لئے عصمت کا کسی وقت کے لئے اٹھا لیا جانا بھی انتہائی مہلک مغالطہ ہے کہ نبی کی انسانوں کے ہاں پیدائش، کھانا پینا، عام انسانی ضروریات کا رکھنا اس کی بشریت کا خود اظہر من الشمس ثبوت ہے۔ اس لئے گناہ کروانے کیلئے عصمت کا اٹھایا جانا نبوت سے مذاق کے مترادف ہے۔ نبی اولاً و آخراً، ظاہراً و باطناً ہر حال و مقام میں معصوم

ہے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک و بری ہے۔

(۵) پانچواں مقالہ ''جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان'' ماہنامہ البیان جنوری ۱۹۸۴ء کے اداریہ کے طور پر لکھا گیا، اس مقالہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل، اجتبائی شان، خلاصہ رشد و ہدایت اور ان کی حفاظت و ولایت پر بحث کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کا خلاصہ، رشد و ہدایت کا مینار، اسلام کی برتری و حقانیت کا نشان و ثبوت ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی دلیل اور ان کا بغض نفاق کی علامت ہے۔ قدسیوں کا یہ گروہ حضرت محمد ﷺ کا تربیت یافتہ، نگاہ و کرم کا پروردہ اور آپ کی زندگی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس کی نظیر امم سابقہ کی زندگی میں نہیں ملتی۔ حضور انور ﷺ سے فیض پا کر وہ آپ کی زندگی کے مثنیٰ اور نمونہ بن گئے تھے۔ بنی آدم کا یہ وہ مختار و مجتبیٰ، پسندیدہ اور منتخب طبقہ تھا جن کے لئے رضائے الٰہی کی قرآنی شہادت نے مغفرت تامہ اور ایمان پر موت کو لازم قرار دے دیا تھا۔

حضرت مولانا نے اس مقالہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کی طرف دقیق اشارات کیے ہیں اور یہ نکتہ پیش کیا ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی محنت کا نچوڑ تھے، خدانخواستہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثالی نمونہ قرار نہ پائیں اور ان کے کردار میں کیڑے نکالیں جائیں تو یہ بالواسطہ آنحضرت ﷺ کی محنت نبوت کے ناکام ہونے کا دعویٰ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

(۶) چھٹا مقالہ ''پیاں رساں امت'' کل پاکستان مؤتمر علوم اسلامیہ جامعہ پشاور منعقدہ مارچ ۱۹۶۴ء کے لیے لکھا گیا، اس مقالہ کا مواد بتاتا ہے کہ یہ تبلیغی جماعت کے دستور اور لائحہ عمل کی وضاحت کرتا ہے، گو کہ تبلیغی جماعت اپنے کام کو تحریری بنیاد پر نہ سمجھ سکنے کا دعویٰ رکھتی ہے، تاہم حضرت مولانا کی یہ تحریر اور کئی ایک دیگر تحریریں تبلیغی محنت کا بہترین تحریری تعارف ہیں۔ بلکہ جماعت کی موجودہ عملی سطح سے کام کی حقیقت کو کما حقہ سمجھنا کافی مشکل ہو گیا ہے، اس تحریک کی آفاقیت و ہمہ گیریت کو سمجھنے کے لیے مستند ترین ذریعہ غالباً اب یہی تحریریں ہیں جو جماعت میں عملاً شریک حضرت مولانا یا ان کی سطح کے دیگر زعمائے ملت نے اس دور میں تبلیغی کام کے تعارف کے سلسلہ میں لکھی ہیں۔ حضرت مولانا نے خود

تصریح فرمائی ہے کہ ان کا مبسوط مقالہ ''اسلام کا نظام ہدایت'' تبلیغی کام کو سمجھنے میں مدد ومعاون ہوگا، یہ مقالہ چھ سو صفحات پر مشتمل تھا، لیکن بعض کرم فرماؤں کے ہاتھ سے مسودہ ہی غائب ہوگیا۔

''پیام رساں امت'' ماہنامہ بینات کراچی (اکتوبر، نومبر ۱۹۶۴ء) میں دو اقساط میں شائع ہوا اسے مستقل کتابچہ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا۔ اس مقالہ کا ایک جزوی حصہ ''موجودہ دینی انحطاط اور اس کا بڑا سبب'' ستمبر ۱۹۶۶ء کے ماہنامہ الحق میں شائع ہوا۔ جب کہ اس کا ابتدائی حصہ ''دینی دعوت اور اس کے تقاضے'' بھی چھ تبلیغی نمبروں کے حوالے سے آپ کے رسالہ میں بطور مستقل مضمون شائع کیا گیا۔

اس مقالہ میں امت محمدیہ کی بعثت پر روشنی ڈالنے کے بعد اس امت کے دو بڑے گروہوں یعنی علماء وعوام کی ذمہ داریوں کو متعین کیا گیا ہے۔ نیز اس وقت کے درپیش مغربی فکر وفلسفہ کے تحدیات، اس سے عہدہ برآ ہونے کے طریقہ کار، خصوصا نظام تعلیم میں ناگزیر اصلاحات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ یہ مقالہ ایک داعی کے لیے بہترین زادراہ ہے اور دعوت دین کی تحریکوں کے لیے بہترین لائحہ عمل۔

(۷) ساتواں مقالہ ''امت محمدیہ کی بعثت ومقام'' ماہنامہ البیان مارچ ۱۹۸۴ء تا جون ۱۹۸۴ء اداریے کے طور چار قسطوں میں شائع ہوا۔ اس مقالہ کا موضوع وہی ہے جو ''پیام رساں امت'' کے ابتدائی حصہ میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ لیکن اس میں تفصیلی بحث اور اکثر نئے مواد کی وجہ اسے مستقل مقالہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور مکررات میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ مقالہ اس نکتہ کی تفصیلی دلائل مہیا کرتا ہے کہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کی وجہ سے انبیاء کرام کی بعثت کی طرح امت محمدیہ بھی من حیث المجموع مبعوث ہے اور اس پر بھی دعوت دین کی ذمہ داری تا قیامت ڈالی گئی ہے، امت ترقی کے معراج کو تبھی پا سکتی ہے جب یہ اپنے مقام بعثت کو پہچانے اور اس کی طرف عود کرے۔

(۸) آٹھواں مقالہ ''نماز'' حضرت مولانا کے اس سلسلہ مضامین کی کڑی ہے جو چھ تبلیغی نمبروں کی وضاحت کے لیے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کے لیے لکھے گئے، بعد ازاں یہ مقالہ ماہنامہ البیان پشاور میں جولائی ۱۹۸۴ء تا نومبر ۱۹۸۴ء پانچ قسطوں میں چھپا اور چھ نمبروں کے حوالے سے رسالہ کا بھی حصہ بنا۔ اس مقالہ میں نماز کی فضیلت، اہمیت، مؤمن کی نمازی شان، فلسفہ نماز اور زندگی پر نماز کے اثرات وثمرات سے بحث کی گئی ہے۔

(۹) نواں مقالہ ''علم وذکر'' بھی سابقہ سلسلہ کی کڑی ہے جو فروری، مارچ، اپریل ۱۹۵۸ء کے الفرقان میں تین قسطوں میں چھپا، اس مقالہ میں علم کی اہمیت ومقام اور ذکر کی فضیلت واثرات پر اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۰) دسواں مقالہ ''اکرام مسلم'' بھی سابقہ سلسلہ کی کڑی ہے، یہ مقالہ ماہنامہ الخیر لائل پور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اور ماہنامہ البیان پشاور اپریل ۱۹۸۴ء میں بھی چھپا، ماہنامہ بینات کراچی جولائی، اگست ۱۹۷۳ء میں یہی مقالہ ''اسلامی اخوت اور اس کے حقوق'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس مقالہ میں مؤمنین کے باہمی حقوق اور اس سلسلہ میں ایثار واکرام پر قرآن وسنت کی روشنی میں جامع بحث کی گئی ہے۔

(۱۱) گیارہواں مقالہ ''اخلاص نیت'' بھی مذکورہ سلسلہ کی کڑی ہے جو الفرقان لکھنؤ میں ۱۳۷۳ھ کے صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، رجب، شعبان کے شماروں میں پانچ اقساط میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں نیت کی حقیقت واہمیت اور مدار اعمال ہونے پر تحقیق وتفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۲) بارہواں مقالہ ''اعلان حج'' ماہنامہ البیان ستمبر ۱۹۸۳ء کے اداریہ کے طور پر لکھا گیا، اس مقالہ میں حج کے عاشقانہ پہلوؤں اور فلسفہ حج پر ولولہ انگیز گفتگو کی گئی ہے، یہ مقالہ ایک مؤمن کے جذبات حج کو مہمیز بخشتا ہے اور اس عاشقانہ عبادت میں محبت و وارفتگی کے دھیان ومراقبہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ حج کے لیے پابہ رکاب حضرات کے واسطے اس کا مطالعہ از حد مفید ہے۔

(۱۳) تیرہواں مقالہ ''اللہ کی نشانیاں'' ماہنامہ البیان کے اداریہ کے طور مئی ۱۹۸۵ء تا اگست ۱۹۸۵ء چار اقساط میں لکھا گیا، اس میں قرآن مجید کی ان آیات کریمہ کو ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انفسی وآفاقی نشانیاں ذکر فرما کر انسان کو دعوت فکر دی ہے۔

(۱۴) چودہواں مقالہ ''علامہ سید سلیمان ندوی کا نظریہ دعوت وتبلیغ'' ماہنامہ الحق نومبر، دسمبر ۱۹۹۴ میں دو اقساط میں شائع ہوا، اس مقالہ میں دعوت وتبلیغ کے متعلق حضرت سید صاحب کے افکار کو جمع کیا گیا ہے، جو تبلیغی جماعت کے متعلق انتہائی معتدل مؤقف ہے، اس کے رو سے تبلیغ ایک بلند دینی منصب ہے لیکن اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ مبلغ کی نظر خود پر ہو۔

(۱۵) پندرہواں مقالہ ''مشیخت وارادت'' ماہنامہ بینات کراچی کے شمارہ ستمبر، اکتوبر اور نومبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبوی منہاج تزکیہ وتربیت اور سلسلہ صحبت ہی مشیخت وارادت ہے، اس کے بجز شیخ ومرید کا کوئی جدید تصور موجود نہیں۔ صرف اصطلاح نئی ہے، باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلسلہ صحبت میں مرید اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام شیخ تھے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں تزکیہ وتربیت اور صحبت سے متعلق جتنی ہدایات ہیں وہ سب اسی سلسلہ مشیخت وارادت کے لیے ہیں۔

(۱۶) سولہواں مقالہ ''قلب ذاکر 'سازِ الا اللہ ہے [سیّد سلیمان ندویؒ کے افکار کی روشنی میں]، ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس میں سید صاحب کے احوال وکیفیات ذکر کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

(۱۷) سترہواں مقالہ ''حقیقتِ ذکر کے حصول کی معالجانہ تدبیر [سیّد سلیمان ندویؒ کے افکار کی روشنی میں]، الحق اکوڑہ خٹک کے شمارہ دسمبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں حضرت سید کے افکار کی روشنی میں حقیقت ذکر یعنی دھیان الٰہی کے دائمی حصول کے لیے طریق وتدبیر کی تفصیل ہے۔

(۱۸) اٹھارواں مقالہ ''صفات الٰہیہ'' ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا، اس مقالہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی اقسام بیان کرنے کے بعد اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا انعکاس بندوں میں دیکھنا پسند کرتا ہے اور ان کا ظہور انسانی اخلاق میں پسند فرماتا ہے۔ اس بنا پر اسلامی نظریہ اخلاق کی بنیاد تمام تر صفات باری تعالیٰ کے عقیدہ اور معرفت پر ہے۔

(۱۹) انیسواں مقالہ ''رومی اور تصوف'' بندہ کو مخطوط شکل میں ملا، اس مقالہ میں شرعی طریقہ تصوف کو مولانا روم کے ارشادات اور افکار کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

(۲۰) بیسواں مقالہ ''سلوک سلیمانی پر اجمالی نظر'' حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف سے متعلق طریق، مذاق ومزاج اور ارشادات وافادات پر مشتمل ہے، یہ مقالہ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے سلیمان نمبر کے لیے لکھا گیا لیکن بروقت نہ پہنچنے کی وجہ سے نمبر کا حصہ نہ بن سکا۔ بعد ازاں ماہنامہ معارف میں ستمبر ۱۹۵۴ء تا جنوری ۱۹۵۵ء پانچ مبسوط قسطوں میں شائع ہوا۔ اسے

لاہور سے نسیم اختر شیخ صاحب اور سرمد الحسینی صاحب کی کاوش وتوجہ سے مستقل رسالہ کی صورت میں بھی طبع کیا گیا۔

(۲۱) اکیسواں مقالہ ''شمیم عطور مجموعہ'' صوفی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''العطور المجموعہ'' کے لیے بطور تقریظ لکھا گیا، گو کہ اس سلسلہ مقالات میں آپ کی مختصر تقریظات اکٹھی کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا لیکن یہ تقریظ سیرت نبوی کے بعض پہلوؤں کے والہانہ تذکرہ کے باعث مستقل مضمون کی حیثیت رکھتی ہے اور اپنی تاثیر میں کئی مطولات پر بھاری ہے۔

اصلاح وارشاد اور دعوت وتبلیغ سے متعلقہ مقالات کی اس جلد کا آغاز واختتام بطور تبرک سیرت نبویہ کے موضوعات پر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے امید واثق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار مشک بو کی برکت سے بقیہ مجموعہ بھی شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔

اس جلد میں شامل مقالات کے ماخذ کے حوالے بھی از سر نو جانچنے کا اہتمام کیا گیا اور اغلاط کی تصحیح اور حتی الوسع مکررات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس مجموعہ کے بیش تر مقالات عزیز القدر صلاح الدین ایوبی سلمہ نے حسبتاً للہ کمپوز کیے، ان شاء اللہ عزیز موصوف کو ان کا علمی وروحانی فیض ہوگا، بندہ ان کا ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائے اور اس سلسلہ میں بندہ سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہوئی ہیں ان سے درگزر فرمائے اور اسے بندہ اور بندہ کے متعلقین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

از

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

(۱)

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبوت سراسر رحمت ہے، ہر نبی رحمت بن کر آیا۔ چنانچہ آیت ﴿ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [سورة البقرة: 105] (اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت (یعنی نبوت) کے ساتھ جس کو چاہتا ہے) کا یہی مفاد ہے، لیکن وہ ذات پاک جسے اللہ تعالیٰ نے ''رحمۃ للعالمین'' کے نام سے نوازا، وہ صرف ہمارے آقا و مولا، حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷﴾ [سورة الانبياء: 107]

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قولِ خداوندی ہے۔

آپ کی رحمت زمان و مکان کی وسعتوں پر چھائی ہوئی اور ازل و ابد پر محیط ہے۔ آپ کا ہر قول و فعل، ہر ارادہ و عمل، ہر حرکت و سکون، ہر تکلم و سکونت، ہر نظریہ و فکر، زندگی کا ہر جزو و کل رحمت ہی رحمت ہے۔ نہ صرف آپ کی ذات بابرکت ہی سراپا رحمت ہے، بلکہ آپ کا دیا ہوا صحیفۂ الٰہی، آپ کا پہنچایا ہوا دین، آپ کی لائی ہوئی عبادت، آپ کی شریعت اور اس کا ایک ایک حکم، آپ کا پیش کردہ طرزِ ماند و بود و نظام ہائے معیشت و معاشیات و اقتصاد و سیاسیات، عدل و معاشرت اور انسان کے جملہ طبقات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں ہدایات سب نری رحمت ہیں۔ صحیفۂ اسلام کے رحمت ہونے کے بارے میں قرآن خود گویا ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [سورة اسراء:82]

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاعت

اور رحمت ہیں۔

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝۸۹﴾

[سورة النحل: 89]

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے، اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے پیام میں سب سے پہلی بات جس کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وصفات ہوتی ہیں۔ اس لئے تصور الٰہی اور صفات خداوندی، مذہبی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔

مصر قدیم نے خدا کی ذات کو نو کروڑ خداؤں میں تقسیم کر دیا۔ ہندوؤں نے خدا کی صفات کو لاکھوں دیوتاؤں میں بانٹ دیا۔ یونانِ قدیم مختلف پہاڑوں پر اپنے مختلف دیوتاؤں اور خداؤں کی جلوہ سامانیاں دیکھتا رہا۔ بدھ کی تعلیمات خدا کے ذکر سے ساکت ہیں۔ زرتشت کو آگ میں ''یزدان'' کا جلوہ دکھائی دیا اور سلبی صفات ''اہرمن'' کے حوالے کر دی گئیں۔ یہودی صحیفے اور موجودہ تورات عموماً اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہود کے ہاں اللہ کا خصوصی نام ''یہواہ'' اور عام نام ''الوہیم'' کا ہے، لیکن صفات میں اگر کسی صفت کا ذکر ہوتا ہے تو وہ جلال کا مظہر ''فوجوں والا خداوند'' ہے۔ موجودہ عیسائیت خدائی صفات کو ''اقانیم ثلاثہ'' کے فلسفہ اور عقدۂ لاینحل میں گم کر بیٹھی۔ خدا کو ''باپ'' کا نام دے کر مادی صفات سے تنزیہ خداوندی کو آلودہ کر دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کا وعظ بے شک محبت و پیار کا پیام ہے، لیکن اس وعظ کو اگر عیسیٰ علیہ السلام ہی کے قول پر پرکھا جائے کہ

''جیسے درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے۔''

عیسائیوں کا عمل ثابت کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وہ تعلیم کوہِ زیتون کی فضاؤں میں ہی تحلیل ہو کر رہ گئی۔

اب آیئے اس پیغمبر (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت اور

تورات کے آخری کلمات اور پیش گوئی کے مطابق کوہ فاران پر دس ہزار قدوسیوں [1] کے ساتھ آیا، اور جس کے منہ میں خداوند نے اپنا کلام ڈالا اور جو کچھ خدا نے اس سے کہا، وہ سب اس نے لوگوں سے کہا [2] اور وہ رسول جس کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام کر گئے تھے کہ وہ سچائی کی روح آئے گی اور وہ تمہیں ساری سچائی کی بات بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی۔''

(انجیل یوحنا، باب ۱۶-۷)

وہ بشارت عیسوی کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثنا کرنے والا ''احمد'' (فارقلیط) آیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمانیت ورحیمی، ربوبیت وکریمی، ستاری وغفاری کے نغموں کے ساتھ آیا اور اللہ تعالیٰ کی جود وسخا، بخشش وعطا، غفران ونعما سے عالم پرشور تھا۔ اس کا پیام سراپا محبت و شفقت اور رحمت تھا۔ آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وستائش، تنزیہہ وتقدیس، جمال ونوال، جلال و کمال وصفات وشئون کی رنگارنگی اور بے چونی و بے چگونی کی تعلیمات سے معرفت ربانی وعرفان الٰہی کے تو برتو پردوں کو یکسر چاک کر دیا اور باری تعالیٰ کی صفات عالیہ کو اپنی پوری جلوہ سامانیوں و جمال آرائیوں اور حسن وکمال کی تابانیوں اور محبت ولطف، عطاء و دہش کی ارزانیوں کے ساتھ مخلوق سے روشناس کرادیا۔ جس کا عشر عشیر تو کیا اقل قلیل بھی دوسرے مذاہب وادیان کی تاریخ میں نہیں ملتا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کی جو پردہ کشائی فرمائی اور مستورِ ازل

---

[1] عہد نامہ قدیم استثناء ۳۳۔ ۱، ۲، ۳ میں ہے۔ یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس ہمرا ہی تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔'' قرآن کریم کی اس آیت میں اس پیش گوئی کا تذکرہ ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾

[2] میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ (استثناء ۱۸۔۱۹)

کی جورونمائی فرمائی، اس میں خالقِ کائنات کی ذات عالی کسی ظالم وجابر حاکم ومالک کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ حسن وجمال، جود ونوال، لطف وعفوودرگذر، رحم وکرم کا سراپا، اپنی عزت وجلال، کبریائی و کمال کے ہالہ میں پرتوفگن ہے، جس کا مقصد ہی نوازش وبخشش ہے اور جو پیہم پکار رہا ہے:

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

چنانچہ گو اللہ کے لئے جملہ اچھے نام وصفات ہیں، لیکن علم کے طور پر جو نام اسلام نے چنے وہ اللہ یا اس کے بعد رحمٰن کا نام ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى﴾

[سورة اسرائيل: 110]

آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو گے، پس اسی کے واسطے بہت اچھے نام ہیں۔

اللہ کا معنی، عربی لغت کے لحاظ سے دلوں کے اس محبوب اور پیارے کے ہیں جو قلوب کو موہ لے اور جس کی محبت میں لوگ حیران وسرگردان ہوں۔ گویا ''اسلام کا خدا'' نرا محبت ہی محبت اور پیار ہی پیار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ کا لفظ ۲۶۹۷ مقامات پر آیا ہے، گویا رحمت وپیار کے اس جامع ومانع لفظ سے قرآن کا صفحہ صفحہ روشن ہے۔ ''الرحمن'' دوسرا اہم علم ہے جو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں ۱۱۴ بار، ویسے ۵۵ بار قرآن کی زینت بنا ہے۔ ''الرحمن'' کا معنی نہایت مہربان ورحمت اور رحم کرنے والے کے ہیں۔ اس سے ملتا جلتا دوسرا نام ''الرحیم'' ہے جس کا معنی بار بار اور بہت ہی رحم کرنے والے کے ہیں۔ تسمیہ کے علاوہ یہ نام قرآن میں ۹۳ بار آیا ہے۔ خیال رہے کہ محققین کے نزدیک ''رحمٰن ورحیم'' دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور رحمت اس جذبہ نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے ساتھ محبت وشفقت، لطف و احسان اور فضل وکرم کرنے کا داعی غالب آجائے۔ مشہور عالم وبزرگ ابن مبارک کا قول ہے: رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے مانگا جائے تو عطا فرمائے اور رحیم وہ ذات ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے تو غضب میں آئے۔

چوتھا نام جس سے صحیفۂ الٰہیہ سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ الناس تک منور ہے، ''الرب'' ہے۔ جو مختلف اضافتوں کے ساتھ قرآن کریم میں ۹۲ بار آیا ہے۔ ''الرب'' پرورش کرنے والی وہ ذات ہے جو عدم سے وجود میں لاکر ہستی کے جملہ مراحل اور ابدالاباد تک موجودات کے وجود کی پرورش وترقی کی ذمہ دار ہو۔ عیسائیت ''رب'' کو ''اب'' جیسا مادی نام دے کر فخر کرتی ہے، لیکن ''اب'' (باپ) کا تعلق اولاد سے ایک حادثہ کا نتیجہ ہے۔ ''باپ'' پیدائش و پرورش کے تمام مراحل میں مجبور ومعذور ہے، لیکن ''رب'' کا تعلق پلنے والے کے ساتھ عدم وعالم ارواح سے لے کر پیدائش اور موت اور ابدالآباد تک محیط ہے اور وہ اس پرورش پر مجبور نہیں بلکہ اپنے لطف ورحمت اور شانِ ربوبیت کی وجہ سے پالتا ہے۔ یہ تعلق ہمہ گیر ازلی وابدی ہے۔

''النبی الرحمۃ'' حضرت محمد ﷺ کا صحیفہ آسمانی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رحمت وشفقت، محبت و احسان سے بھرپور ناموں سے منور ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں، ورنہ بتایا جاتا کہ رحمت مجسم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جن صفات کو کھولا وہ اکثر رحمت ومحبت، شفقت وکرم ہی سے عبارت ہیں اور جہاں ''تدبیر و انتظام'' اور ''جلال وکمال'' کی حکمت کی وجہ سے سزا اور وعید کا تذکرہ آیا ہے، وہ بھی رأفت ورحمت کے لبادہ میں لپٹا ہوا ہے۔ یہاں پر نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم رحمت وعطا وبخشش وغیرہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لیتا ہے لیکن عذاب وانتقام کے لئے اکثر اضافت کے ساتھ اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ مثلاً:

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [سورة اعراف: 167]

بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلد ہی سزا دیتا ہے اور بلاشبہ وہ غفور (بڑی مغفرت والا) اور رحیم (بڑی رحمت والا ہے)۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [سورة الانعام: 165]

بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی (غفور) بڑی مغفرت کرنے والا (رحیم) مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [سورة المائدة: 98]

تم یقیناً جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ (غفور) بڑے مغفرت والے اور (رحیم) بڑی رحمت والے بھی ہیں۔

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝﴾

[سورة الحجر: 49-50]

(اے محمد!) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت (غفور) اور رحمت والا (رحیم) بھی ہوں اور (نیز) یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝﴾ [سورة المائدة: 95]

اور اللہ تعالیٰ عزیز یعنی زبردست ہیں، انتقام لے سکتے ہیں۔

غرض ''النبی الرحمۃ'' ﷺ کا پروردگار رحمت ہی رحمت ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں بار بار آتا ہے:

﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [سورة الانعام: 54]

تمہارے رب نے رحمت فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔

﴿وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ [سورة الانعام: 133]

اور آپ کا رب بالکل غنی ہے، رحمت والا ہے۔

﴿فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ﴾ [سورة الانعام: 147]

تو آپ فرمادیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے۔

﴿وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ [سورة الكهف: 58]

اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [سورة الاعراف: 156]

اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے۔

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ [سورة المؤمن: 7]

اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فیضان کو کوئی روک نہیں سکتا:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ [سورة فاطر: 2]

اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے، سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گمراہی اور کفر ہے:

﴿قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝﴾ [سورة الحجر: 56]

ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے صحیفۂ آسمانی میں اللہ تعالیٰ اپنے گناہ گار بندوں کو محبت و پیار سے اپنا بندہ کہہ کر پکارتا ہے اور کیا نوید جاں فزا سناتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [سورة الزمر: 53]

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا، بڑی رحمت والا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول بھی جو طبرانی نے نقل کیا ہے۔ رحمت مجسم حضرت محمد ﷺ کے حکمت و رأفت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت اور گناہ گاروں کی رعایت و ناز برداری کا اچھوتا نمونہ ہے۔

بدر کے ہیرو، عم رسول سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی ابن حرب تھے۔ جنہوں نے چھپ کر وار کر کے اللہ کے اس شیر کو شہید کر دیا تھا اور پھر جس بے دردی سے ان کے ناک، کان کاٹے گئے اور دل کو نکال کر چبایا گیا۔ تاریخ کا ایک روح فرسا واقعہ ہے جس کا اثر آخر تک حضور انور ﷺ کے قلب پاک پر رہا۔ لیکن کیا جذبۂ دعوت و شفقت تھا، وحشی کو اسلام کا پیغام دے کر بھیجتے ہیں، وہ قرآن کریم کی آیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواباً کہلواتے ہیں:

يا محمد كيف تدعوني وأنت تزعم أن من قتل أو أشرك أو زنى يلق أثاما

يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا و أنا صنعت ذلك فهل تجد لي من رخصة؟

اے محمد (ﷺ) آپ مجھے اسلام کی دعوت کیسے دیتے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ جس نے شرک اور زنا کیا، وہ گناہ میں جا پڑا اور قیامت کے دن اسے دگنا عذاب ہوگا اور اس میں خوار پڑا رہے گا اور میں نے یہ تمام کام کئے ہیں۔ پس کیا میرے لئے کوئی چھٹکارا کی صورت آپ پیدا کر سکتے ہیں؟

وحشی رضی اللہ عنہ کے اس پیام پر رحمت حق جوش میں آتی ہے اور کیا عجیب استثناء کی آیت نازل ہوتی ہے:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ [سورة الفرقان: 70]

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

وحشی رضی اللہ عنہ کہنے لگا: اے محمد ﷺ یہ توبہ، ایمان اور عمل صالح کی شرط سخت ہے۔ شاید میں یہ پوری نہ کر سکوں اس پر دوسری آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

وحشی رضی اللہ عنہ نے اب اور بات نکالی اور کہا:

اے محمد ﷺ اس بات میں بھی مجھے مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع دکھائی دیتی ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ مجھے بھی بخشے گا یا نہیں، پس اس کے علاوہ کوئی بات ہو سکتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [سورة الزمر: 53]

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر وشرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا: اب بات ٹھیک ہوئی اور اسلام لے آئے۔ بعض لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی وحشی کی طرح ان باتوں کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بشارت اور حکم عام ہے۔ (مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۱۰۰)

(بخاری میں بھی اس کی مؤید روایت موجود ہے۔ ج:۲، ص:۱۰۷۱ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

کیا رحمت کا ٹھکانہ ہے، ایک گناہ گار کے کیا کیا ناز اٹھائے جاتے ہیں اور رحمت نہ صرف گناہوں کو معاف کرنے کی بشارت دیتی ہے، بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کا بھی اعلان عام دیتی ہے۔ کیا اس عفو عام اور رحمت بے پایاں کی نظیر کسی اور جگہ ملتی ہے۔ ابوسعید ابوالخیر نے اسی پیام کو کیا خوب لفظوں میں ادا فرمایا ہے:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ
ایں درگۂ ما درگۂ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بخاری وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا، تو خود اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کرلی اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے گناہ گاروں اور سیہ کاروں کو بخشش و رحمت کا مژدہ، عفو عام کا اعلان بار بار سنوایا گیا۔ تفصیلات کا وقت نہیں، ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں کہ

''اے آدم کے بیٹے! جب تک تم مجھے پکارتے رہو گے اور مجھ سے آس لگائے رہو گے، میں تمہیں بخشتا رہوں گا، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پروا نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں معاف کردوں گا، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پروا نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تم میرے پاس پوری سطح زمین بھر گناہ لے آؤ، پھر مجھے اس حال میں ملو کہ تم نے میرے ساتھ ذرا برابر شرک نہ کیا ہو تو میں پوری زمین کی

سطح کے برابر مغفرت لے کر آؤں گا۔ (جامع ترمذی، ابواب الدعوات، جمع الفوائد، ج:۲، ص:۷۰۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت بے پایاں کو صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ اپنے بندوں اور خواص پر اس کا پرتو ڈال کر انہیں بھی بحد بشری اور حسب استعداد وظرف اپنی رحمت کا مظہر بنایا، جس کا سبب سے بڑا حصہ اس شاہکار خلق، زبدۂ نبوت، فخر کون ومکان، مقصودِ آفرینش، خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا، جنہیں خداوند قدوس نے خود تمام جہانوں کے لئے رحمت یعنی رحمۃ للعالمین کہہ کر پکارا اور اپنے اسماء خاصہ میں سے رأفت ورحمت سے بھرپور دو ناموں سے ان کی ذات عالی کو نواز دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [سورة التوبه: 128]

لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

کیا احسان الٰہی ہے، اس کی ذات بھی رؤوف ورحیم اور اس کا بندۂ خاص بھی اس کا مظہر اتم بن کر رؤوف رحیم۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

یہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور دنیا کو ایسا دین دے گئے، جو ہر رنگ وصورت میں رحمت ورأفت کا شاہکار تھا۔ آپ نے رسم ورواج کے نیچے دبی ہوئی دنیا کو ان نامناسب بوجھوں سے نجات دلائی، مذہب کے نام پر تجرد، ترک لذائذ اور ریاضت شاقہ، رہبانیت، ترک دنیا، نفس کشی اور ایذا رسانی جسم کی جو صورتیں رائج تھیں ان کو ایک ایک کرکے توڑا۔ سہولت وراحت، نرمی واعتدال، دین ودنیا کی وحدت والا ایک ایسا روشن دین پیش کیا جس پر ہر طبقہ اور ہر قوم، ہر فرد خواہ عورت ہو یا مرد، ہر حال وہر وقت میں عمل پیرا ہو سکے۔ قرآن نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کارنامہ کو ان الفاظ میں پیش فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

[سورة الاعراف: 157]

جولوگ کہ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (جن کی صفت یہ بھی ہے) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور کرتے ہیں، سو جولوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں، جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

اسلام آسان ہے، اس میں کسی قسم کی تنگی وسختی اور تکلیف مالا یطاق نہیں، ہر شخص اپنی ہمت اور وسعت کے بقدر اس پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ ''دین'' ہر ایک کے بس کی بات ہے۔ اپاہج و بیمار، غنی و نادار، حاکم ومحکوم، سرمایہ دار ومزدور، زمیندار وکسان، عورت ومرد، بوڑھا و بچہ ہر طبقہ وہر فرد، ہر حال و وقت اس پر عمل پیرا ہوسکتا ہے کہ دین کے احکام ہر شخص کی گنجائش و وسعت کے مطابق ہی آئے ہیں۔ یہی وہ رحمت ہے جس کا نام ونشان شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ملتا ہو۔ قرآن کریم نے نبی الرحمۃ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سہولتوں کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا ہے۔ نمونۃً چند پیش کرتا ہوں:

﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [سورة البقرة: 286]

خدا کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ کی تکلیف (کلمہ) نہیں دیتا۔

﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا﴾ [سورة الطلاق: 7]

خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [سورة البقرة: 185]

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں۔

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [سورة حج: 78]

اور تمہارے لئے دین میں اس نے (خدا نے) تنگی نہیں کی۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان هذا الدين يسر ولن يشاد الدين احد الا غلبه.

(جمع الفوائد، ج:۱، ص: ۳۴ بحوالہ بخاری وسنن نسائی)

یہ دین آسان ہے جو کوئی شخص دین سے سختی میں مقابلہ کرے گا تو دین اس کو مغلوب کردے گا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

ايها الناس خذوا من الأعمال ما تطيقون فإن الله لا يمل حتى تملوا و إن أحب الأعمال الى الله مادام و إن قل.

(جمع الفوائد، ج:۱، ص: ۳۴ بحوالہ بخاری ونسائی وترمذی وابن ماجہ)

اے لوگو! اتنا ہی عمل کرو، جتنا برداشت کرسکو کیونکہ جب تک تم نہ اکتاجاؤ، خدا نہیں اکتاتا۔ خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہی عمل ہے جو دائمی ہو گو تھوڑا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

"لا تشددوا على أنفسكم فإنما هلك من كان قبلكم بتشديدهم على أنفسهم. (جمع الفوائد، ج:۱، ص: ۳۵)

اپنے نفسوں پر (دین کے بارے میں) سختی نہ کرو کہ تم سے پہلے لوگ اپنی اپنی نفسوں پر سختی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

إنما أنا بعثت بالملة والسمحة أو السهلة الحنفية البيضاء.

(مسند ابن حنبل، ج:۵،ص:۲۶۶)

میں تو سہل اور آسان روشن حنفی دین دے کہ بھیجا گیا ہوں۔

دین کی یہ سہولت ومیانہ روی جملہ عبادات ومعاملات، اخلاق ومعاشرت انفرادی واجتماعی اعمال میں ساری وطاری ہے جس کی تفصیل کی قلت وقت کی وجہ سے گنجائش نہیں۔

رحمت محمدیہ ﷺ کا پرتو اس نظام اقتصاد ومعاشیات میں بھی نمایاں ہے جو آپ نے پیش فرمایا، جس میں سرمایہ دارانہ ظلم نہیں، مالی رقابت کی بنا پر طبقاتی کشمکش وگروہی کشاکش نہیں، بلکہ ہر طبقۂ انسانی دوسرے طبقہ کا ہمدرد وغمگسار، معاون ومددگار، خیر خواہ وخدمتگار اور بھائی بھائی بن کر زندگی گزارنے والا ہے۔ اس طرح جو قانون اور نظام عدل دیا گیا، وہ ساری انسانیت کے لئے رحمت وفلاح وبہبود کا الٰہی دستور ہے جس میں کسی خاص طبقے، گروہ، جماعت یا فرد کے لئے ظالمانہ مراعات وتحفظات کا کوئی چور دروازہ نہیں، بلکہ اس میں ہر ایک کے حقوق کی حفاظت، اس کے دارین کی ترقی کا انتظام ہے۔ جس میں نہ کسی پر ظلم ہے اور نہ کسی ظلم کی اجازت دی جاتی ہے۔

نبی رحمت ﷺ ایک حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا عبادی إنی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته محرما فلا تظالموا.

(صحیح مسلم)

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

عدل میں اپنے پرائے، دوست ودشمن، شاہ وگدا کا امتیاز روا نہیں رکھا گیا بلکہ ہر ایک کے لئے عدل کا ترازو برابر ہے۔ قرآن بار بار گویا ہے:

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ [سورة الشوری: 15]

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾

[سورة المائدة: 8]

اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ [سورة الانعام: 152]

اور جب بات کہو پس انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے انسانیت پر ایک بڑا کرم یہ کیا کہ ملکوں، قوموں اور قبائل میں بٹی ہوئی انسانیت کو ''وحدت آدمیت'' کا سبق دیا اور رنگ ونسل، وطن وقوم، امیر وغریب، سرمایہ دار ومزدور، زمیندار وکسان اور دیگر انسانی عصبیتوں اور گروہوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو اخوت کا ایسا پیام دیا کہ جس کے اپنا لینے کے بعد دنیا امن وچین، محبت والفت، مواسات وہمدردی کا گہوارہ بن جاتی ہے اور علاقائی اور ملکی یا عالمگیری جنگیں ہوں یا طبقاتی جھگڑے سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ''اقوام متحدہ'' قوموں کے اختلاف کا نشان ہے لیکن ''وحدت انسانیت'' کا نظریہ، رحمت محمدیہ کا وہ عطیہ ہے جس سے پوری انسانی نسل ''جسد واحد'' بن جاتی ہے اور حسد ومنافست، تنافر وغضب کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ [سورة الحجرات: 13]

اے انسانو! تحقیق ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو (مختلف) قومیں اور قبیلے بنا دیا، تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾ [سورة النساء: 1]

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (آدم) سے پیدا کیا اور اس سے

اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ (یعنی نسل انسانی اسی ایک جوڑے سے وجود میں آئی)۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا:

ان أولى الناس بي المتقون من كانوا وحيث كانوا.

(کنز العمال، ج:۱، ص:۲۲ بحوالہ مسند احمد عن معاذ)

مجھ سے قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ (یعنی جنس و وطن و مقام کی قید نہیں۔)

حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا:

ايها الناس ألا إن ربكم واحد وإن اباكم واحد ألا لافضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر ألا بالتقوىٰ. (مسند احمد)

لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔

''آخرت عامہ'' کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا و كونوا عباد الله إخوانا.

(بخاری و جمع الفوائد، ج:۲، ص:۳۹۵)

آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

یگانگت و بھائی چارے کا یہ پیغام صرف رحمت عالم ﷺ کی زبان سے ادا ہوا، جن کا کام ہی یہ تھا کہ:

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

حضور انور ﷺ کی ذات گرامی ایک ابر رحمت تھا جو پیہم موسلا دھار بارش کی طرح برستا رہا، گلزار و خارزار، دوست و دشمن اس افادۂ رحمت میں برابر کے شریک تھے۔ آپ ہدایت ربانی کے سب سے بڑے مبلغ اور توحید الٰہی کے داعی اکبر ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ تبلیغ پھولوں کی سیج نہیں اور کسی آبلہ پا کا اس سے سلامت گزر جانا آسان نہیں، لیکن رحمت للعالمین ﷺ باوجود ہر قسم کی اذیت و تکلیف سہنے کے سراپا لطف و رحمت، نرمی و ملاطفت و عفو درگزر تھے۔ قرآن کریم نے گواہی دی:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

[سورة آل عمران: 159]

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپ ان کے واسطے نرم ہوئے اور آپ اگر تند خو اور سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الاخلاق، ص:۵۱۹)

یہی سبب ہے کہ زہر ہلاہل کھلا دینے والی یہودیہ کو درگذر فرما دیا۔ قریش مکہ نے وہ کون سا ظلم و تکلیف تھی جو نہ پہنچائی ہو۔ وہ کون سی اذیت تھی جس سے دریغ کیا ہو؟ مکہ کی زندگی میں شعب ابی طالب کی المناک محصوری، پتھروں کی بارش، کانٹوں کا بچھایا جانا، فرق اقدس پر (العیاذ باللہ) خاک و گندگی تک ڈال دینا، سجدہ کی حالت میں اونٹ کی بچہ دانی وادجھ کو سر پر ڈال دینا، ہر قسم کی ملاحیاں، غرض وہ کیا ستم نہیں تھا، جو یہ ظالم ایجاد نہ کرتے ہوں۔ اپنا مولد و منشاء اور اللہ تعالیٰ کا محبوب گھر ان کی وجہ سے چھوڑنا پڑا اور ہجرت کے بعد بھی ایک دن چین کا سانس نہ لینے دیا گیا، لیکن واہ رے آپ کی رأفت و رحمت، جب کوکب نبوت اپنے پورے جلال و عظمت کے ساتھ فتح مکہ کے دن حرم میں داخل ہوتا ہے، تو خون کے پیاسوں کو یہ کہہ کر درگذر کر دیا جاتا ہے:

لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو أرحم الرحمين.

(کنز العمال، ص:۲۹۲، ج:۲)

آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے وہ سب مہربانوں

سے زیادہ مہربان ہے۔

إذهبوا أنتم الطلقاء. (حياة الصحابه، ج:۱،ص:۱۵۴)

جاؤتم سب کے سب آزاد ہو۔

سفر طائف کا دن رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا شدائد کے لحاظ سے سخت ترین تھا۔غیرت حق جوش میں آکر اہل طائف کو ان کی گستاخی پر پہاڑوں کی چکی میں پیس دینا چاہتی تھی،لیکن رحمت مجسم ﷺ اپنی تکلیف کو بھول جاتے ہیں۔اہل طائف کو ہلاکت سے یہ کہہ کر بچا دیتے ہیں کہ

بل أرجو أن يخرج الله عزوجل من أصلابهم من يعبد الله عزوجل وحده لايشرك به شيئاً. (بخاری، ج:۱،ص:۴۵۸ ومسلم وغيره)

(میں ان کی ہلاکت نہیں چاہتا) بلکہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

احد میں خون میں نہا کر، دانت شہید کروا کر زبانِ مبارک سے صرف یہی کلمات نکلے: أللهم اهد قومي فإنهم لايعلمون ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔''

ایک دفعہ چند لوگوں نے کفار کے ظلم سے تنگ آکر درخواست کی کہ ان کے حق میں بددعا فرمادیجئے، جواباً فرمایا: ''میں دنیا کے لئے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (مشکوۃ، کتاب الاخلاص)

غرض ہر حال میں رأفت و رحمت کا دریا بہتا رہا اور صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، امت کی ہدایت کے لئے فرطِ شفقت و رحمت میں گھلتے رہے۔ "دائم الأحزان" ہونا آپ کی صفت بن گئی، یہاں تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو کہ جس نے مبعوث فرمایا تھا، بار بار اس اندوہ وغم سے چھٹکارا دلانے کے لئے کہنا پڑا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾ [سورة الكهف: 6]

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی

جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ آپ کی جان پر بن جائے)

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [سورة الشعراء: 3]

شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر (رنج کرتے کرتے) اپنی جان دے دیں گے۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ [سورة النحل: 70]

ان پر غم نہ کیجئے۔

یہ غم آپ کا کفار کے لئے تھا، پھر مسلمانوں پر شفقت کا کیا عالم ہوگا۔امت کے غم میں راتوں کو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، ابلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح بلکنے کی آواز آتی۔

ایک یہودی کا بچہ مسلمان ہوا تو آپ بڑی خوشی سے بے اختیار پکار اٹھے:

الحمد لله الذي أنقذبي نَسَمَةً مِنَ النَّار.

سب تعریف اللہ کی ہے جس نے میرے ذریعے ایک جان کو جہنم کی آگ سے آزادی دی۔

ایک چور کا ہاتھ کٹتا ہے، رنگ مبارک متغیر ہوجاتا ہے۔(مستدرک حاکم، ج:۴،ص:۳۸۳)

بعض کا قول ہے کہ رو پڑتے ہیں۔قربان جایئے رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی رحمت کا تذکرہ واحاطہ کسی شخص کی بساط میں نہیں۔چند باتیں نمونۃً اس تھوڑے وقت میں پیش کردی گئیں۔سلام ہو اس رحمت مجسم پر اور درود ہو اس آیۂ رأفت و شفقت پر جو آیا اور اپنی رحمت سے کونین کو پُر بہار بنایا گیا۔اپنی بات کو اقبال سہیل کے چند اشعار پر ختم کرتا ہوں۔

خلق خدا کا داعی آخر، دین ہدیٰ کا داعی آخر
جس کی دعوت اَسْلِم تَسْلَم ﷺ
ارض وسما میں آیۂ رحمت، روز جزا میں سایۂ رحمت
اس کی لوائے حمد کا پرچم ﷺ
آئینۂ الطاف الٰہی، رحمت جس کی لامتناہی
جس کی ہدایت ارحم ترحم ﷺ

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم ﷺ
سم کے عوض دوا دی شفا دی طعن سنے اور نیک دعا دی
زخم سہے اور بخشا مرہم ﷺ

اللھم صل وسلم وبارك على سيدنا ومولانا محمد إمام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

(۲)

قرآن کریم میں نعتِ مصطفوی ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَالطَّیِّبِیْنَ.

حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ افضل المرسلین، خاتم النبیین، امام الرسل، سرور کون و مکان، اشرف انس وجاں، زبدہ زمین وزماں اور سید ولد آدم ہیں:

سید و سرور محمد نورِ جاں
بہتر و مہتر چراغ مقبلاں

اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں آپ ﷺ کی ذاتِ پاک کو ان تمام مناصبِ رفیعہ و جمیلہ وجلیلہ کے لیے چن لیا تھا۔ جن پر آپ ﷺ کو آئندہ فائز ہونا تھا اور ان تمام جواہر و ملکات، خوبیوں اور کمالات سے نواز دیا تھا، جو آپ ﷺ کی شانِ ارفع واعلیٰ کے لائق تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ﴾ [سورۃ الانعام: 124]

''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون ہے جسے رسالت سے نوازے۔''

اور جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور انور ﷺ (روحی فداہ) نے فرمایا تھا:

اِنِّی عِنْدَ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر ص: ۳۱۸ ج: ۱)

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت بھی خاتم النبیین تھا کہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے کیچڑ میں تھے۔ یعنی ابھی ان کا پتلا نہیں بنا تھا۔''

قَالَ كُنْتُ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ۔

(الشفاء قاضی عیاض ص: ۲۳۰ ج:۱، بحوالہ ابن کثیر ص: ۳۸۳ ج: ۶، السیرۃ النبویہ ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ ابو نعیم ص: ۳۱۸، ج:۱)

ترجمہ: ارشاد فرمایا: ''میں پیدائش کے لحاظ سے پہلا نبی ﷺ ہوں اور میری بعثت سب سے آخر میں ہے۔''

اور یہی سبب تھا آپ ﷺ کو ارشاد فرمایا گیا:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

(موسوعہ اطراف الحدیث النبوی شریف، ص: ۱۸۰ ج: ۶)

ترجمہ: ''اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک (مخلوق) کو پیدا نہ کرتا۔''

اور اسی وجہ سے ایک روایت میں آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو کہا گیا تھا:

وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر بحوالہ البیہقی ص ۳۲۰ ج:۱)

ترجمہ: ''اگر حضرت محمد ﷺ نہ ہوتے تو (آدم علیہ السلام) میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

قرآن کریم نے آپ ﷺ کی انہیں صفاتِ مقصودہ ومطلوبہ اور اخلاق محمودہ و پاکیزہ کا ذکر ﴿وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ﴾ کی قسم کے ساتھ بلیغ الفاظ میں فرمایا:

﴿وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾﴾ [سورۃ القلم]

ترجمہ: ''قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ، اور تیرے واسطے ہے ثواب بے انتہا اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر۔''

سیدنا صدیقۂ کبریٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد اشخاص روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ خُلُقُهُ الْقرآن (البدایہ والنہایۃ ج ۶/ ۳۵ بحوالہ مسلم و مسند احمد)

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا (یعنی قرآن جس بات کا حکم دیتا اس پر عمل فرماتے اور جس سے روکتا اس سے رک جاتے۔)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ وہ آپ ﷺ کے عظیم فطرتی اصلی اخلاق تھے۔ جو کسی انسان کے آپ ﷺ سے پہلے نہیں تھے اور نہ آئندہ ان سے بہتر یا ان جیسے ہوں گے اور آپ ﷺ کے لئے وہ عظیم دین مشروع کیا گیا جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے نہیں مقرر کیا گیا تھا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ آخری نبی تھے، جن کے بعد کوئی نبی اور رسول آنا نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ میں حیا، سخاوت، شجاعت، حلم، درگذر، رحمت اور وہ جملہ اخلاق کاملہ تھے، جس کی نہ کوئی حد تھی اور نہ جن کا کما حقہ وصف بیان کیا جا سکتا تھا۔''

امام احمد رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ: ''میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ نیک اخلاق کو پورا کر دوں۔''

امام ابوبکر الخرائطی کی روایت میں ہے:

وَاِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

ترجمہ: ''میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کو پورا کروں۔''

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهاً وَاَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً۔ (البدایہ والنہایہ ص: ۳۵ ج: ۴)

ترجمہ: ''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین چہرہ والے تھے اور آپ ﷺ کے اخلاق سب انسانوں سے زیادہ اچھے تھے۔''

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَوَاللهِ اِنِّي لَاَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

ترجمہ: ''پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان سب لوگوں سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔''

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں سب نبیوں کے سردار، تمام پیغمبروں کے امام اور ان کی جملہ خوبیوں اور کمالات کے حامل اور پوری انسانیت کے لئے ہمیشہ کے لئے خلق و کردار کا بہترین نمونہ بن کر آئے۔ وہ کون سی خوبی ہے جس نے حضور پاک ﷺ سے جلا نہ پائی ہو۔ وہ کون سا کمال ہے جس نے نبی امی (فداہ ابی و امی) سے فیض نہ پایا ہو۔ آپ ﷺ کی ذات عالی مقام، مکارم و محاسن، جملہ خوبیوں، نیکیوں اور بھلائیوں کا معراج ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:

تو ہے مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال
کونسی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں

اور ایسا ہونا فطرت کا تقاضا تھا، اگر ایک طرف آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ و محبوب رسول اللہ ﷺ اور پیارے بندے ہیں تو دوسری طرف آپ ﷺ کی ذات پاک قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا نمونہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا رسول اللہ ﷺ و نبی ﷺ جو ہمیشہ کے لئے آیا ہو، سب کے لئے آیا ہو، جس سے ہر عامی و عالم، امیر و غریب، شاہ و گدا، آقا و غلام، حاکم و محکوم، راعی و رعایا، مرد و عورت، گلیم پوش و تاجدار، بوڑھے و جوان نے زندگی میں رہنمائی پانی ہو، نیکی کا سبق سیکھنا ہو اور بھلائی کا نمونہ حاصل کرنا ہو، اسے گوناگوں فضائل و کمالات، خصائل و حسنات کا ایسا اسوہ و نمونہ ہونا چاہیے جس کا خوبی و محبوبی، خیر و خوبی، رشد و ہدایت میں کوئی مثل و مثال، شبہ و شبیہ، مقابل و نظیر نہ ہو۔ وہ جملہ محامد و محاسن کے اس ذروۂ کمال اور مقام پر فائز ہو جس سے ہر ایک اپنے اپنے ظرف کے مطابق کسبِ فیض و استفادہ کر سکے، علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے خوب فرمایا ہے:

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَ صُوْرَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْباً بَارِئُ النَّسَمِ

ترجمہ: پس وہی محمد ﷺ ہیں کہ کمالات باطنی و ظاہری ان پر ختم ہوئے، پھر اسے خلقت کے پیدا کرنے والے نے اپنا حبیب بنالیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جن اسمائے ذاتی سے نوازا۔ وہ بھی انہیں محامد اور خوبیوں پر لفظاً دلالت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اصل نام جن سے آپ ﷺ نے شہرت پائی اور وہ آپ ﷺ کے

لئے اسم علم ہیں (محمد ﷺ اور احمد ﷺ)۔ محمد ﷺ کا لغت معنی الذی اجمعت فیه الخصال المحمودة یعنی وہ ذات جس میں جملہ فضائل محمودہ (اچھی خصلتیں) جمع ہوگئی ہوں یا یوں کہیے کہ محمد ﷺ کا معنی مجموعۂ خوبی کے ہیں۔

اے کہ تو مجموعہ خوبی بچہ ناست نامم

علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَاَمَّا اِسْمُه احمد فَافْعَلُ مُبَالَغَةً مِنْ صِفَةِ الْحَمْدِ وَ مُحَمَّدٍ: مَفْعَلٌ مُبَالَغَةٌ مِنْ كَثْرَةِ الْحَمْدِ فَهُوَ اَحْمَدُ الْمَحْمُوْدِيْنَ وَاَحْمَدُ الْحَامِدِيْنَ وَمَعَه لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيُتِمَّ لَه كَمَالُ الْحَمْدِ وَتشهر فِيْ تِلْكَ الْعَرَضَاتِ بِصِفَةِ الْحَمْدِ وَيَبْعَثُه رَبُّه هُنَاكَ مُقَامًا مَحْمُوْدًا كَمَا وعَدَه يَحْمِدُه فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ بِشَفَاعَتِه لَهُمْ وَيُفْتَحُ عَلَيْهِ فِيْهِ مِنَ الْمَحَامِدِ كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اعطى مَالَمْ يُعْطَ غَيْرُه وسمّى أَمَّتُه فِيْ كُتُبِ اَنْبِيَائِه بِالْحَمَّادِيْنَ فَحقيق اَنْ يُسْمِيَ مُحَمَّدًا وَاَحْمَدَ -- ثُمَّ فِيْ هٰذِيْنِ الْاِسْمَيْنِ مِنْ عَجَائِبِ خَصَائِصِه وَبَدَائِعِ اٰيَاتِه فَنٌّ اٰخَرُ وَهُوَ اِنَّ اللهَ جَلَّ اِسْمُه حمى اَنْ يُسَمِّيَ بِهِمَا اَحَدٌ قَبْلَ زَمَانِه۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ص: ج ۱/ ۳۱۱، ۳۱۳)

''پس آپ ﷺ کا اسم گرامی نام ''احمد'' ''افعل'' کے وزن پر صفت حمد کا (انتہائی) مبالغہ کا صیغہ ہے اور ''محمد'' مفعل کے وزن پر کثرت حمد کا مبالغہ (کی نہایت) کا صیغہ ہے پس آپ ﷺ حمد کرنے والوں میں سب سے برگزیدہ اور جن کی تعریف کی گئی، ان میں سب سے افضل ہیں اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں پس آپ ﷺ سب سے زیادہ تعریف کئے گئے، لوگوں میں سب سے زیادہ لائق تعریف ہیں اور حمد کرنے والوں میں بھی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا۔ تاکہ آپ ﷺ کی کمال حمد اکمل ہو جائے اور قیامت و حشر کے میدانوں میں آپ ﷺ کی صفت حمد شائع و مشتہر ہو جائے اور وہاں آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ کو مقام محمود

پر مبعوث فرمادے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے اس نے وعدہ فرمایا ہے اور میدان حشر میں اولین وآخرین ان کی شفاعت کے لئے آپ ﷺ کی تعریف فرمائیں گے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے وہ دیا جائے گا جو کسی غیر کو نہیں دیا جائے گا۔ اور آپ ﷺ کی امت نبیوں کی کتابوں میں ''حمادین'' (زیادہ حمد کرنے والوں) کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ پس آپ ﷺ اس قابل اور لائق ہیں کہ آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ و احمد ﷺ ہو اور ان دونوں ناموں کے عجائبات خصائص اور حیرت انگیز نشانیاں بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ ایک دوسرا فن وتقسیم ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناموں سے آپ ﷺ سے پہلے کسی کو نام رکھنے نہیں دیا (اور ان دونوں ناموں کو آپ اسی کے لئے خاص اور محفوظ فرمایا۔)

اسم محمد ﷺ قرآن کریم میں صرف چار مقامات پر آیا اور ''احمد'' علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ پر آیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزاسمہ بھی آپ ﷺ کے ذاتی نام محمد ﷺ و احمد ﷺ کا احترام کرتے ہوئے صرف ان مواقع ومقامات پر آپ ﷺ کے ان دونوں ناموں کو لائے ہیں جہاں ان کا تذکرہ لازمی اور لازم تھا اور اس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ مثلاً آپ ﷺ کی رسالت ونبوت کے لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کا اسلم علم مذکور ہوتا۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [سورة الفتح: 29]

ترجمہ: ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

یا یہ بتانا ضروری تھا کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا اس پر ایمان لانا آپ ﷺ کے حوالے سے نام محمد ﷺ کے اظہار وتخصیص کے ساتھ چاہیے تھا اس لئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾

[سورة محمد: 2]

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے اور اس (کلام) پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا اور وہ برحق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے۔''

ضرورت تھی کہ اعلان کر دیا جاتا کہ آپ ﷺ بھی سلسلہ رُسل کی ایک سنہری کڑی تھی اور ان انبیاء علیہم السلام پر جو فطری احکام لاگو تھے۔ آپ ﷺ کو ان سے مفر نہیں تھا، اس لئے قرآن میں فرمایا گیا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [سورة آل عمران: 144]

ترجمہ: ''اور محمد ﷺ تو بس رسول ہیں ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔''

اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنہیں حضور ﷺ نے پہلے منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ ''عقیدۂ تبنیت'' کے ابطال کے لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کا اسم مبارک لے کر اس بات کا رد کیا جاتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہوا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [سورة الاحزاب: 40]

ترجمہ: ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں۔''

آپ ﷺ کے دوسرے اسم علم احمد ﷺ کی پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان الفاظ میں کرائی گئی:

﴿اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾

[سورة الصف: 6]

ترجمہ: ''اور یاد کر جب عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نے کہا کہ اے اولاد اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ﷺ ہو کر آیا ہوں تصدیق کرنے والا توریت کی جو مجھ سے پیشتر ہے اور بشارت سنانے والا اس رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں ان کا نام احمد ﷺ ہوگا۔''

اس کے علاوہ آپ کے کئی صفاتی نام بھی قرآن کریم میں آئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ:

اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن میں سات ناموں سے موسوم کیا ہے: محمد ﷺ، احمد ﷺ، طٰہٰ ﷺ، یٰسین ﷺ، المرسل ﷺ، المدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ۔ (تفسیر القرطبی، ص۔۵، ج۔۵)

قرآن کریم میں آپ ﷺ کے جو مختلف نام آئے ہیں ان اسمائے گرامی کو نقل کرنے کے بعد ان کی متعلقہ آیت پاک کو ان شاء اللہ تعالیٰ نقل کروں گا۔"

(۱) شاہد (۲) مبشر (۳) نذیر (۴) داعی الی اللہ (۵) سراج منیر (۶) مندر (۷) ہادی (۸) بشیر (۹) نذیر مبین (۱۰) عبدہ یا عبدنا (۱۱) حریص علیکم (۱۲) رؤف (۱۳) رحیم (۱۴) مذکر (۱۵) رحمۃ للعالمین (۱۶) رسول اللہ (۱۷) خاتم النبیین (۱۸) نور (۱۹) برہان (۲۰) المزمل (۲۱) المدثر (۲۲) رسولنا (۲۳) عبداللہ (۲۴) مشہود (۲۵) النبی (۲۶) النبی الامی۔

اب متعلقہ آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: "جو لوگ کہ ایسے نبی ﷺ امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں۔ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی ﷺ (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔"

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ [سورة الاعراف: 158]

ترجمہ: "آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہاں کے) لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا

ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہی سے تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، سو (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی ﷺ امی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نبی ﷺ) کا اتباع کرو تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝﴾ [سورة الاحزاب: 45-46]

ترجمہ: "اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد مبشر اور نذیر بنا کر اور اللہ کی طرف داعی اس کے اذن سے اور ایک روشن چراغ۔"

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [سورة الرعد: 7]

ترجمہ: "آپ ﷺ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک رہبر (رکھا گیا) ہے۔"

﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ [سورة ق: 2]

ترجمہ: "ان لوگوں کو اس پر اچنبھا ہے کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہیں میں سے آگیا۔"

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾ [سورة النازعات: 45]

ترجمہ: "آپ تو بس ڈرانے والے ہیں اسے جو دوزخ سے خوف رکھتا ہے۔"

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [سورة البقرة: 119]

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔"

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [سورة بنی اسرائیل: 105]

ترجمہ: "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام تر ایک خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

﴿اِنَّمَآ اَنۡتَ نَذِیۡرٌ﴾ [سورة هود: 12]

ترجمہ: ''آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں۔''

﴿اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾ [سورة الاعراف: 184]

ترجمہ: ''یہ تو تمام تر ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے ہیں۔''

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ﴾ [سورة الفرقان: 1]

ترجمہ: ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔''

﴿هُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ﴾

[سورة الحديد: 9]

ترجمہ: ''وہ اللہ وہی ہے جو صاف صاف آیتیں اتارتا ہے اپنے بندہ پر تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔''

﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ﴾ [سورة الانفال:41]

ترجمہ: ''اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے فیصلہ کے دن اپنے بندہ پر اتاری۔''

﴿اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ﴾ [سورة الزمر: 36]

ترجمہ: ''کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کے حفاظت کے لئے۔''

﴿حَرِیۡصٌ عَلَیۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ﴾ [سورة التوبه: 128]

ترجمہ: ''تمہارے لئے حریص ہیں، مومنوں کے حق میں بڑے شفقت اور رحم والے ہیں۔''

﴿فَذَكِّرۡ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ﴾ [سورة الغاشيه: 21]

ترجمہ: ''آپ ﷺ انہیں یاد دلاتے رہیے اور آپ تو بس میں ہی یاد دلانے والے۔''

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ [سورة النساء: 107]

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سب جہانوں کے حق میں۔''

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾

[سورة الاحزاب: 40]

ترجمہ: ''محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور نبیوں کے ختم پر۔

﴿قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ﴾ [سورة المائدة: 15]

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے ہاں سے تمہارے پاس آچکا ہے نور اور کتاب واضح۔''

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ [سورة النساء: 174]

ترجمہ: ''اے لوگو! تمہارے پاس برہان پہنچ چکی ہے تمہارے پروردگار کے پاس سے۔''

﴿یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمۡ عَلٰی فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ ۫ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِیۡرٌ وَّنَذِیۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾

[سورة المائدة: 19]

ترجمہ: ''اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ رسول آپہنچے ہیں جو تم سے کھل کر بیان کرتے ہیں ایسے وقت میں جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا، تا کہ تم کہیں یہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آئے، سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آگیا۔''

﴿اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ﴾ [سورة الاعراف: 188]

ترجمہ: ''میں تو محض ایک بشیر و نذیر ہوں ان لوگوں کے لئے ایمان رکھتے ہیں۔''

﴿قُلۡ اِنِّیۡۤ اَنَا النَّذِیۡرُ الۡمُبِیۡنُ﴾ [سورة الحجر: 89]

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

﴿اِنَّنِیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ﴾ [سورة هود: 2]

ترجمہ: ''بے شک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نذیر و بشیر ہوں۔''

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا﴾ [سورة السبا: 28]

ترجمہ: ''اور ہم نے تو بس آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر سارے ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔''

﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [سورة الفرقان: 1]

ترجمہ: ''تاکہ وہ اس کے ذریعے سے سارے عالم کا ڈرانے والا ہو۔''

﴿وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ [سورة هود: 17]

ترجمہ: ''اور قرآن کے ساتھ اس میں ایک گواہ بھی ہے۔

﴿وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ﴾ [سورة البروج: 3]

ترجمہ: ''اور شاہد اور مشہود''

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ [سورة المزمل: 1]

ترجمہ: ''اے چادر لپیٹنے والے۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ [سورة المدثر: 1]

ترجمہ: ''اے کپڑوں میں لپیٹنے والے۔''

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾

[سورة البقرة: 23]

ترجمہ: ''اور اگر تمہیں اس کلام کے بارے کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی سی ایک سورت تم خود بنالو۔''

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

[سورة بنی اسرائیل: 1]

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جو رات رات لے گئی اپنے بندہ کو مسجد حرام سے اقصیٰ تک۔''

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [سورة النجم: 10]

ترجمہ: ''پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندے پر جو کچھ کی وحی کی۔''

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴾ [سورة علق: 9-10]

ترجمہ: ''تو نے اس شخص کے حال پر نظر کی جو روکتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔''

﴿وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ [سورة الجن: 19]

ترجمہ: ''اور جب اللہ کا بندہ (خاص) کھڑا ہوتا ہے کہ اس کی عبادت کرے تو یہ لوگ اس پر ہجوم کر آنے کو ہوتے ہیں۔''

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ [سورة الكهف: 1]

ترجمہ: ''ساری تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے کتاب اپنے بندہ پر اتاری۔''

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴾ [سورة الفتح: 1-2]

ترجمہ: (اے نبی) ''بے شک ہم نے تجھے کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے اور سیدھی راہ پر چلائے۔''

﴿وَ الضُّحٰى ۙ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴾ [سورة الضحى: 1-8]

ترجمہ: ''قسم ہے دوپہر کی۔ اور رات کی جب وہ چھا جائے۔ نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ تجھ سے دشمنی کی ہے۔ اور بے شک تیرا اخیر اول سے بہتر ہے۔ اور عنقریب ہی تیرا پروردگار تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اس نے تجھے یتیم پایا اور ٹھکانے پر لگایا۔ اور تجھے راہ کا متلاشی پایا پس راہ دکھائی اور اس نے تجھے محتاج پایا تو مالدار کر دیا۔''

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۧ﴾ [سورة الم نشرح: 1-8]

ترجمہ: (اے نبی!) ''کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ اور ہم نے تیرا بوجھ نہیں اتار دیا، جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔ اور تیرے لئے تیرے ذکر کو بلند کیا سو بے شک سختی کے ساتھ آسانی ہے بے شک سختی کے ساتھ آسانی ہے، تو (اے نبی) جب تو (لوگوں کو سمجھانے

سے) فرصت پائے، تو عبادت کے لئے کھڑا ہو اور اپنے پروردگار کی طرف راغب ہو۔"

﴿وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ [سورة القلم: 3]

ترجمہ: "(اے نبی!) بے شک تیرے لئے بے انتہا اجر ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝﴾

[سورة الكوثر: 1-3]

ترجمہ: "(اے نبی!) بے شک ہم نے تجھے (حوض) کوثر عطا کیا، پس تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر بے شک تیرا عیب لگانے والا ہی اوت ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [سورة الاحزاب: 56]

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود (یعنی رحمت) بھیجتے ہیں۔ مسلمانو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو۔"

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [سورة الاعراف: 157]

ترجمہ: "سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

یوں تو جا بجا قرآن کریم میں آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بکھری ہوئی ہے لیکن بعض سورتیں آپ ﷺ کی نعت میں مختص ہیں۔ مثلاً: وَالضُّحٰی- اَلَمْ نَشْرَاح- اَلْکَوْثَر وغیرہ ان میں سورہ الکوثر آپ ﷺ کی نعت میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو حمد الٰہی میں سورہ الاخلاص کی ہے۔

مزید برآں قرآن کریم میں دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال و تذکرہ اور معاملات کے بارے میں جو کچھ نازل فرمایا گیا وہ بھی کسی نہ کسی لحاظ سے آپ ﷺ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اصالتاً یا اشارۃً یا کنایۃً یا اقتضاء یہ مضامین آپ ﷺ کے بارے میں دلالت کرتے ہیں اس لئے انبیاء و رسل علیہم السلام کے احوال و حالات و معاملات کی ان آیات کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ اس لئے اس ضمن

میں وہ آیتیں بھی نقل کرتا ہوں تا کہ بات مزید واضح ہو جائے۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾

[سورة يوسف: 109]

ترجمہ: "اور (اے نبی) ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول بھیجے وہ بستیوں کے رہنے والے آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔"

﴿قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [سورة ابراهيم: 17]

ترجمہ: "کافروں نے کہا کہ تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں (ہمارے) ان معبودوں سے روک لو۔ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں۔ پس تم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ۔"

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [سورة ابراهيم: 11]

ترجمہ: "ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ بے شک ہم تم ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان کرے اور ہمارے اختیار میں نہیں کہ بغیر خدا کے حکم کے ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں۔"

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ [سورة النحل: 43-44]

ترجمہ: "اور (اے نبی!) تجھ سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے وہ آدمی ہی تھے۔ اگر نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔ دلیلوں اور کتابوں کے ذریعہ سے اور (اے نبی!) ہم نے تجھ پر نصیحت اتاری تا کہ تو لوگوں سے وہ باتیں بیان کر دے جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں اور تا کہ وہ سوچ لیں۔"

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ [سورة الانبياء: 7]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) تجھ سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے وہ آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے کہ تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔''

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾ [سورة الرعد: 38]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) بے شک ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد دی اور کسی رسول سے نہیں ہوسکتا کہ وہ بغیر اللہ کے حکم کے کوئی نشانی لے آئے۔ ہر ایک میعاد لکھی ہوئی ہے۔

﴿وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۝﴾

[سورة الانبياء: 8]

ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور ہمیشہ رہنے والے بھی نہیں تھے۔

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا۝﴾

[سورة الفرقان: 20]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) تجھ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے اور ہم نے تم میں ایک کو ایک کے لئے ذریعہ آزمائش قرار دیا ہے۔ پھر کیا صبر کرو گے اور تیرا پروردگار دیکھنے والا ہے۔''

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا۝ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝﴾ [سورة الاحزاب: 38_39]

ترجمہ: ''نبی کو اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں، جو اللہ نے اس کے لئے ٹھہرا دی ہے، یہ اللہ کا جاری کیا ہوا طریق ہے، ان لوگوں میں جو پہلے ہو گذرے ہیں اور اللہ کا کام اندازہ کے مطابق ٹھہرایا ہوا ہے۔ ان لوگوں میں جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔''

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝﴾ [سورة ابراهيم: 4]

ترجمہ: ''ہم نے جو رسول بھی بھیجا، وہ اسی قوم کی بولی بولتا بھیجا، تاکہ وہ (رسول) ان سے بیان کرے، پھر اللہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کرے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ [سورة المائدة: 99]

ترجمہ: ''رسول کا ذمہ سوائے پیغام پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں۔''

﴿وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [سورة النور: 54]

ترجمہ: ''تو کیا رسولوں کا ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور بھی کچھ ہے۔''

﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [سورة النحل: 35]

ترجمہ: ''اور رسول کا ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں۔''

﴿وَ مَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۝﴾ [سورة يٰس: 17]

ترجمہ: ''اور ہمارا ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ۔''

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ [سورة البقرة:213]

ترجمہ: ''(ابتدا میں) سب آدمی ایک ہی فریق تھے پھر اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور دین حق کے ساتھ ہی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں جن میں انہوں نے اختلاف کیا فیصلہ کریں۔''

﴿وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾

[سورة الانعام، ١٦، آیت ۴۸، سورة الكهف، آیت ٥٦]

ترجمہ: ”اور ہم رسولوں کو محض خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجتے ہیں اور بس۔“

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾ [سورة الحديد: 25]

ترجمہ: ”بے شک ہم نے کھلی دلیلوں کے ساتھ اپنے رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو اتاری تاکہ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور یہ (اس لئے کیا) کہ اللہ جان لے کہ کون بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ قوت والا ہے غالب۔“

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝﴾ [سورة الجن: 26]

ترجمہ: ”(اللہ) غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر ہاں رسول کو جس سے وہ راضی ہوا، سو اس کے آگے اور اس کے پیچھے چوکیدار چلاتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو اس نے گھیر رکھا ہے اور ہر چیز کی تعداد کو شمار کر رکھا ہے۔“

﴿وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ [سورة الصافات: 171-173]

ترجمہ: ”اور بے شک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے بارے ہمارا قول پہلے ہی صادر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی مدد دیے گئے ہیں اور بے شک جو ہمارا لشکر ہے وہی غالب آنے والا ہے۔“

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝﴾

[سورة المؤمن: 51]

ترجمہ: ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی اور (نیز) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے مدد کریں گے۔“

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝﴾ [سورة الاحزاب: 7]

ترجمہ: ”اور (اے نبی وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا، اور تجھ سے اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی اور ہم نے ان سے پکا عہد لیا۔“

﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾

[سورة الاحزاب: 8]

ترجمہ: ”تاکہ سچوں سے ان کے سچ کی بابت پوچھے۔ اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾

[سورة البقرة: 253]

ترجمہ: ”یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے۔ ہم نے مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلی دلیلیں دیں اور روح پاک (جبریل علیہ السلام) سے اس کی تائید کی۔“

﴿وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝﴾

[سورة بنی اسرائیل: 55]

ترجمہ: ”اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو

زبوردی۔"

﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[سورة النساء: 60]

ترجمہ:"یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت۔"

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ۩﴾ [سورة مريم: 58]

ترجمہ:"یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی آدم کی اولاد میں سے) نبی ﷺ ان میں سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام اور اسرائیل علیہ السلام (یعقوب علیہ السلام) کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور انتخاب کیا جب ان پر رحمان کی آیتیں پڑھی جاتیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑے۔"

﴿وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ﴾ [سورة النساء: 164]

ترجمہ:"اور کچھ رسول ایسے ہیں جن کا قصہ ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ایسے ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا۔"

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۧ﴾ [سورة المؤمن: 78]

ترجمہ:"اور (اے نبی!) بے شک ہم تجھ سے پہلے ان میں بعض کا قصہ ہم تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور ان میں بعض وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور کسی رسول کی طاقت میں

نہیں کہ وہ بغیر اللہ کے حکم کے کوئی نشانی لے آئے، سو جب اللہ کا حکم آجائے گا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس موقع جھوٹے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔"

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ۝﴾

[سورة الفرقان: 31]

ترجمہ:"اور (اے نبی جس طرح یہ لوگ تیرے دشمن ہیں اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر نبی کے دشمن پیدا کر دیتے تھے اور ہدایت اور مدد کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے۔"

﴿وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾

[سورة الانعام: 34]

ترجمہ:"اور (اے نبی) بے شک تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہمدردی مدد آپہنچی۔"

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [سورة المؤمنون: 24]

ترجمہ:"پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے جب کسی بھی کسی قوم کے پاس ان کا رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے بھی (ہلاکت میں) بعض کے پیچھے بعض کو لگا دیا۔ اور ہم نے ان کو کہاوتیں بنا دیا سو ان لوگوں پر پھٹکار ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

﴿اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ [سورة العنكبوت: 18]

ترجمہ:"اگر تم جھٹلاتے جاؤ تو (کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝﴾

[سورة سبا: 34]

ترجمہ:"اور ہم نے جب کبھی بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم ان باتوں کا جن کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں۔"

﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝﴾ [سورة سبا: 35]

ترجمہ: ''اور جو ان سے پہلے ہوئے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا اور جو (مال اور شانِ شکوہ) ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے غرض انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو (دیکھ کہ) صبر عذاب کیسا ہے۔''

﴿وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝﴾

[سورة فاطر: 4]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

﴿وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝﴾ [سورة فاطر: 25]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس ان کے رسول ﷺ کھلی دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔''

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝﴾

[سورة الذاريات: 52]

ترجمہ: ''اسی طرح ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں، جب کبھی بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا، (اس کی نسبت) یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔''

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝﴾ [سورة الانعام: 10]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) بے شک تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا تھا تو ان لوگوں کو جو ان میں سے ٹھٹھا کرتے تھے، اسی عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔''

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ [سورة النساء: 165-166]

ترجمہ: ''(ہم نے) رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر الزام دینے کی راہ نہ رہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے، لیکن اللہ اس کی گواہی دیتا ہے جو اس نے اتارا ہے تجھ پر اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہی کو تو اللہ ہی کافی ہے۔''

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ [سورة حم السجدة: 43]

ترجمہ: ''(اے نبی!) تجھ سے صرف وہی بات کہی جاتی ہے جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی۔''

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ [سورة الاحقاف: 9]

ترجمہ: ''(اے نبی!) کہہ دے کہ میں تو کچھ انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو صرف کھول کر ڈرانے والا ہوں اور بس۔''

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝﴾

[سورة المزمل: 15]

ترجمہ: ''(لوگو) بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔''

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

[سورة الاعراف: 157]

ترجمہ: ''(میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ لیتا ہوں) جو اس رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا پائیں گے، وہ (نبی) ان کو اچھی باتوں کا حکم دے گا اور انہیں بری باتوں سے روکے گا اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرے گا اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام کرے گا اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور بندشیں ہٹا دے گا جو (اس کے آنے سے پہلے) ان پر تھیں، سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے، اور اس نور پر چلیں گے جو اس کے ساتھ اتارا جائے گا۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝﴾

[سورة طٰهٰ: 133]

ترجمہ: ''اور انہوں نے کہا کہ اس کے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی، کیا ان کے پاس وہ کھلی دلیل نہیں آچکی جو اگلوں کے صحیفوں میں (لکھی ہوئی موجود) ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ [سورة الشعراء: 196]

ترجمہ: ''اور بے شک وہ (قرآن) اگلوں کے صحیفوں میں (مذکور) ہے۔

﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ [سورة المائدة: 16]

ترجمہ: ''اللہ اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں پر جو اس کی رضا پر چلتے ہیں، سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے، اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھی راہ پر لگاتا ہے۔''

﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ [سورة الزخرف: 6]

ترجمہ: ''اور ہم نے اگلوں میں کتنے ہی نبی بھیجے۔''

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝﴾ [سورة الزخرف: 7]

ترجمہ: ''اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا تھا اس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔''

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝﴾

[سورة يٰس: 30]

ترجمہ: ''ہائے افسوس بندوں پر جو رسول بھی ان کے پاس آیا ہے۔ اسی کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں۔''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾

[سورة الحج]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) تجھ سے پہلے جو رسول اور نبی بھی بھیجا، اس کے ساتھ بس یہی معاملہ پیش آیا کہ جب اس نے (خدا کا کلام) پڑھا، تو شیطان نے اس کی قرآت میں کچھ ملایا، مگر جو کچھ شیطان ڈالتا ہے اس کو اللہ مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ جو کچھ شیطان ڈالے اس کو اللہ ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جن کے دل سخت ذریعۂ آزمائش قرار دے، اور بے شک ظالم پرلے درجے کے اختلاف میں ہیں اور (اس لئے ہے) تاکہ وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے جان لیں کہ وہ تیرے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ پھر وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے لئے نرم پڑ جائیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ انہیں سیدھی راہ پر لگانے والا ہے۔''

﴿وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ [سورة البقرة: 144]

ترجمہ: ''اور بے شک وہ لوگ جنہیں کتاب (تورات) دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ (قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔''

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ [سورة البقرة: 146]

ترجمہ: ''جنہیں ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ اس نبی کو (ایسا ہی) پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بے شک ان میں سے ایک فریق والے جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔''

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ [سورة الانعام: 114]

ترجمہ: ''اور جنہیں ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ بے شک یہ (قرآن) تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، تو (اے نبی) تو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو۔''

﴿وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ﴾ [سورة الرعد: 43]

ترجمہ: ''اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے (اے نبی ان سے) کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (تورات) کا علم ہے کافی گواہ ہے۔''

﴿اَوَ لَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾

[سورة بنی اسرائیل: 197]

ترجمہ: ''کیا ان کے لئے یہ نشانی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس کو (برحق) جانتے ہیں۔''

﴿کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [سورة آل عمران: 86]

ترجمہ: ''اللہ ان لوگوں کو کس طرح ہدایت کرے جو اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور وہ گواہی بھی دے چکے ہیں کہ رسول برحق ہے۔ ان کے پاس کھلی دلیلیں بھی آچکی ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ﴾

[سورة الانعام: 19]

ترجمہ: ''(اے نبی! ان سے) پوچھ کہ کون سی شہادت سب سے بڑھ کر ہے کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

﴿قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ؕ اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا﴾

[سورة بنی اسرائیل: 96]

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار اور انہیں دیکھنے والا ہے۔''

﴿کَفٰی بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ [سورة الاحقاف: 8]

ترجمہ: ''میرے اور تمہارے درمیان وہی اللہ کافی گواہ ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ کَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا﴾ [سورة النساء: 162-163]

ترجمہ: ''(اے نبی!) بے شک ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔ اور جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور اولاد یعقوب

علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی تھی اور کتنے ہی رسول ہیں جن کا قصہ ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور کتنے ہی رسول ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔"

﴿اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۚ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝﴾

[سورة المومنون: 68 تا 173]

ترجمہ: "تو کیا انہوں نے اس بات میں سرے سے غور ہی نہیں کیا یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ انہوں نے اپنے (اس) رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے۔ (کوئی بات بھی نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے سب تباہ ہو جائے بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی خیر خواہی لائے ہیں سو وہ اپنی خیر خواہی سے منہ پھیرتے ہیں یا تو ان سے کچھ مال مانگتا ہے، سو تیرے پروردگار کا (دیا) مال بہتر ہے اور وہی بہتر روزی دینے والا ہے اور (اے نبی!) بے شک تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔"

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ صفات و کمالات پر مستزاد اپنے مخصوص اور مختص اوصاف و مراتب بھی رکھتے ہیں جس میں کوئی نبی و رسول علیہ السلام آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں۔ اس میں سب سے بڑا وصف ختم نبوت کا ہے کہ آپ پر دورۂ نبوت تکمیل کو پہنچ گیا اور آپ ﷺ

زمانی مکانی رتبی ہر اعتبار سے خاتم النبیین بن کر آئے اور اب آپ ﷺ کے آنے کے بعد کوئی نیا نبی ﷺ نئی نبوت کو لے کر ابد الآباد تک نہیں آئے گا۔ قرآن کریم نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝﴾ [سورة الاحزاب: 40]

ترجمہ: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کا باپ نہیں ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبیوں کا خاتم (یعنی آخری نبی ﷺ) ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا ہے۔"

آپ ﷺ کے اس عالی مرتبہ اور صفت کا لازمہ تھا کہ آپ تمام انسانوں اور قیامت تک تمام لوگوں کے لئے رسول بن کر آئیں چنانچہ آپ ﷺ کی رسالت عمومی کا اظہار اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

﴿وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝﴾ [سورة النساء: 79]

ترجمہ: "اور (اے نبی!) ہم نے تجھے (تمام) لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

دوسری جگہ قرآن گویا ہے:

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ [سورة الاعراف: 158]

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) کہہ دے اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ﷺ ہوں۔"

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾

[سورة سبا: 28]

ترجمہ: "اور اے نبی! ہم نے تجھے سب لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر انسان اس بات کو نہیں جانتے۔"

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝﴾

[سورة الفرقان: 1]

ترجمہ: ''برکت والا ہے وہ (خدا) جس نے اپنے بندہ پر الفرقان یعنی (قرآن) اتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کا ڈرانے والا ہو۔''

ختم نبوت اور عمومی رسالت کے ساتھ آپ کا شرف مزید بڑھایا گیا اور آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے ایسی رحمت بنا کر بھیجا گیا جو تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے اور مخلوق کی ہر نوع و قسم اس سے سیراب ہو رہی ہے اور ابدالآباد تک ہوتی رہے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [سورة الانبياء: 107]

ترجمہ: ''اور تجھ کو ہم نے تمام عالموں کے واسطے نری رحمت بنا کر بھیجا۔''

یوں تو آپ ﷺ کی رحمت عامہ سے مخلوق کا کوئی ذرہ بھی محروم نہیں بلکہ کائنات کا وجود و بقا ترقی و خوشحالی سب اسی رحمت کا کرشمہ ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی رحمت خاصہ کے اصل مستحق اہل ایمان ہیں۔ ان میں بھی جو جس قدر ایمان و تقویٰ و اتباعِ رسالت سے رنگین اور حب نبوت سے سرشار ہے، بقدر مدارج اس سے فیضاب ہے۔ رحمت نبوی ﷺ کی کوثر و تسنیم کا یہ چشمہ صافی ہر جگہ اور ہر دور میں رواں دواں ہے۔ اپنے میں استفاضہ کی صلاحیت ہو تو وہاں کسی کے لئے کوئی کمی و امساک نہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾ [سورة توبه: 61]

ترجمہ: ''اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے (نبی ﷺ) ان کے حق میں رحمت ہیں۔''

پھر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [سورة توبه: 128]

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا اس پر تمہاری تکلیف شاق ہے۔ تم پر حریص ہے مؤمنون پر شفیق و مہربان ہے۔''

اسی رحمت کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ امت دعوت کے غم میں گھلتے تھے۔ حزن و فکر کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار مختلف انداز میں اس قدر غم کرنے سے روکا، چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾

[سورة الكهف: 6]

ترجمہ: ''سو (اے نبی!) شاید تو اس غم میں کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے ان کے پیچھے جان کھونے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [سورة الشعراء: 3]

ترجمہ: ''شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان کو اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔''

ایک اور آیت ہے:

﴿وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝﴾ [سورة النحل: 127]

ترجمہ: ''اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے۔ ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو ان کے فریب سے۔''

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یہی رحمت ہے جو کل قیامت میں شفاعت عامہ و خاصہ کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ علماء کرام نے اس کی سترہ کے قریب اقسام گنے ہیں۔ یہ رحمت اس قدر وسیع، محیط اور عظیم ہوگی کہ اس کی بعض انواع سے انبیاء علیہم السلام جیسی ذوات عالیہ بھی مستفید ہوں گی مثلاً روز حشر کے قائم ہونے اور اس کی ہولناکیوں کے برپا ہو جانے پر طویل وقت گذرے گا اور حساب ابھی قائم نہیں ہوگا اور ذاتِ باری تعالیٰ کے جلال و جبروت کا مظاہرہ ہوگا:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾ [سورة المومن: 16]

ترجمہ: ''آج کے روز کس کی حکومت ہے بس اللہ ہی کی ہے جو یکتا اور غالب ہے۔''

کی صورت میں ناقوس بج رہا ہوگا۔ پوری مخلوق حیران و سرگرداں اور مصائب میں مبتلا ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام بھی دم بخود ہوں گے اور نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت کبریٰ کا باذن اللہ تعالیٰ ظہور ہوگا اور آپ سجدہ میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے واسطے

سے جواس وقت آپ پر کھولی جائیں گی درخواست فرمائیں گے۔ رحمت الٰہی آپ ﷺ کی درخواست پر جوش میں آجائے گی اور ارشاد باری ہوگا: سلْ تُعْطَ واشْفَعْ تُشَفَّعْ سوال کر تجھے دیا جائے گا، شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی، (الشفاء بحواله صحيح بخاری وغيره ج ۱ ص ۲۹۸ و موسوعة اطراف الحديث ج: ٥ ص : ۲۲۹، بحواله الاسماء والصفات للبيهقی) اس کے بعد آپ سب کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمائیں گے اور

﴿وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾ [سورة اعراف: 156]

ترجمہ: ''اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے۔''

کا ظہور کامل رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کبریٰ سے ہوگا۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں رتی کے برابر یا رائی کے دانے کے برابر پوشیدہ ایمان بھی ہوگا آپ کے فیضانِ رحمت سے دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، یہاں اس بات کا اظہار مناسب ہوگا کہ اسلامی لغت میں اللہ تعالیٰ کی عطا وفضل، نعمت ورضوان، بخشش وغفران کا سب سے محیط و بلند لفظ ''رحمۃ'' ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں ایک سو نو بار آیا ہے۔ بہر حال رحمت الٰہیہ کی بہار، نکھار، ظہور و انتشار اس عالم میں ہمارے آقا و مولا سید الانبیاء حبیب خدا سید انس وجان رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ سے ہوا، آئندہ بھی جہاں بھی اور جب بھی ''سحاب رحمت'' برسے گا، آپ ﷺ کی ہی ذات پاک اس کا منبع و دہانہ و ماخذ ہوگا کہ آپ ﷺ ہی ہمہ رحمت اور آپ ہی سے رحمت کے سوتے پھوٹتے ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کی ردائے رحمت کے سایہ میں ہی سکون و راحت پا سکتا ہے کہ حکمت الٰہیہ نے ازل ہی میں یہ شرف فضیلت حضور انور ﷺ کے لیے مخصوص فرما دیا ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی ذات سے قائم ہے، اس کی عظمت و ہیبت، شوکت و سطوت، تاثیر وقوت اس قدر زبردست وقوی ہے کہ ہر ایک کا دل گردہ نہیں کہ اس کے نزول کا تحمل کر سکے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۝۲۱﴾ [سورة الحشر: 21]

ترجمہ: ''اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تُو دیکھ لیتا کہ دب جاتا، پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے اور یہ مثالیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو تا کہ وہ غور کریں۔

اندازہ کیجئے اور غور وفکر فرمائیے کہ جس قرآن کے نزول سے پہاڑ جیسی سخت ومضبوط اور زبردست قوی چیز دب جائے اور پارہ پارہ ہو جائے اس کا تحمل وتعقل کس قدر گراں ہوگا۔''

اس دل اقدس وانور اور قلب پاک کا کلیجہ کیا کہیے بسم اللہ کی باء سے سین الناس تک اس نزول کا نہ صرف تحمل وتعقل کرتا ہے۔ بلکہ اس کے جسم کی رگ رگ وریشہ ریشہ اور اس کا ظاہر و باطن اس سے مشرف ومنور، حامل وعامل، داعی ومبلغ بن جاتا ہے اور یہ ''قرآن مجید'' اپنی صحبت وتاثیر سے ایک لاکھ سے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی رنگ میں رنگ دیتا ہے اور ان میں ہر شخص اپنی استعداد کے بقدر آپ ﷺ کا مثنیٰ اور قرآن کا اسوہ ونمونہ بن کر دوسروں کو اس قرآن کے فیض سے رنگ دیتا ہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل امت میں جاری وساری ہو جاتا ہے۔''

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نگاہ تھیں جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ هُدًی وَّ بُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۝۹۷﴾ [سورة البقرة: 97]

ترجمہ: ''پس تحقیق اس (جبرئیل نے اتارا ہے اس (قرآن) کو آپ ﷺ کے قلب کے اوپر اللہ کے حکم سے، تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی آسمانی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے، اور خوشخبری سنا رہا ہے، ایمان والوں کو۔''

غرض کیا حضور ﷺ کے قلبِ مطہر کی اس سے زیادہ تعریف کی جاسکتی ہے کہ قرآن اس پر اترا، اس میں لفظ و معنی و حقیقت کے ساتھ متجلی ہوا، اور وہاں سے روح و جسم میں ایسے سمو گیا کہ صاحب بصیرت، زوجۂ محترمہ، صدیقہ کبری ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ببانگ دہل گواہی دی كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ. آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ (صحاح)

یہ بات ظاہر و باہر اور اظہر من الشمس ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے محبوب اور پیارے نبی ہیں اور یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے کہ محبوب کا تذکرہ اس کے اعضا و جوارح کا ذکر اس کے احوال و معاملات کی یاد اور اس کی ہر بات لذت افزاء خوش کن اور دل و جان کو راحت بخشنے والی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انفعالات بشری سے وراء الوراء ہیں، تاہم حبیب پاک ﷺ کے متعدد اعضا و جوارح قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، جو آپ ﷺ کے محبین کے لیے لطف و راحت، افزائش محبت و نسبت باطنی کا سبب ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [سورة البقرة: 97]

ترجمہ: ''سو انہوں نے یہ قرآن آپ ﷺ کے قلب تک پہنچا دیا خداوندی حکم سے اس کی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی سماوی کتابوں کی۔''

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝﴾

[سورة الشعراء: 193 تا 194]

ترجمہ: اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر تا کہ آپ ہوں ڈرانے والوں میں سے۔''

﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [سورة آل عمران: 159]

ترجمہ: ''اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

ان تینوں آیتوں میں ''قلب'' مطہر کا بیان ہے، قلب، رئیس الجوارح ہے۔ اس کا ذکر گویا پورے جسد اطہر کا ذکر تاہم قرآنِ کریم میں صرف اس پر اکتفا نہیں کی گئی۔ بلکہ بعض دیگر اعضاء مقدسہ کا بھی تذکرہ ہے۔

چنانچہ قرآن گویا ہے:

﴿كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ﴾ [سورة الاعراف: 2]

ترجمہ: ''یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لیے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے۔''

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ﴾ [سورة هود: 12]

ترجمہ: ''سو شاید آپ (تنگ ہو کر) ان (احکام) میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہو جاتا ہے۔''

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝﴾ [سورة الحجر: 97]

ترجمہ: ''اور (واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔''

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝﴾ [سورة الانشراح: 1]

ترجمہ: ''کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا۔''

ان چار آیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے ''صدر'' مبارک کا ذکر ہے اگلی آیت میں آپ ﷺ کی کمر کا ذکر ہے۔

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝﴾ [سورة الانشراح: 2 تا 3]

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا، جس نے آپ کی کمر جھکا دی تھی۔''

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ﴾ [سورة البقرة: 144]

ترجمہ: ''ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لیے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے، جس کے لیے آپ کی مرضی ہے۔ پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے۔''

﴿وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

[سورة يونس: 105]

ترجمہ: ''اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین (مذکورہ توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ اور مجھ کو یہ حکم ہوا کہ کبھی مشرک مت بننا۔''

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ﴾ [سورة الروم: 43]

ترجمہ: ''سو تم اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھو۔''

مندرجہ بالا تین آیتوں میں ''چہرہ اقدس'' وجھہ کا بیان ہے۔

آئندہ تین آیات میں آپ کی آنکھوں کا تذکرہ ہے۔

﴿وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [سورة الكهف: 28]

ترجمہ: ''اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں۔''

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾ [سورة الحجر: 88]

ترجمہ: ''آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھتے جو کہ ہم نے ان سے مختلف قسم کے (کافر) لوگوں کو برتنے کے لیے دے رکھی ہے۔''

﴿وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾ [سورة طه: 131]

ترجمہ: ''اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے ان کو (کفار) کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے ممتنع کر رکھا ہے۔

اگلی آیت میں آپ ﷺ کے کان (اذان) کہنے کا منافقین و یہود کے ذریعہ ذکر کیا گیا ہے۔

﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ﴾ [سورة التوبه: 131]

ترجمہ: ''اور بعضے ان میں سے بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان سے تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے کے واسطے، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات

کا۔''

آنے والی آیت میں آپ ﷺ کے دست مبارک اور گردن مبارک (عنق) کا بھی ذکر ہے۔

﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ [سورة الاسراء:29]

ترجمہ: ''اور نہ تجھے اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾

[سورة الفتح: 10]

ترجمہ: ''جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کر رہے ہیں، تو وہ واقع میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔''

اس آیت میں آپ ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا غیر مرئی ہاتھ قرار دے کر اس پر بیعت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی بیعت قرار دیا ہے۔ بہر حال اس آیت میں آپ کی بیعت کو اللہ تعالیٰ کی بیعت کہا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل آیت میں آپ ﷺ کی زبانِ مبارک کا ذکر ہے۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝﴾ [سورة القيامه: 16]

ترجمہ: ''اور اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔''

﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ﴾

[سورة الفتح: 27]

ترجمہ: ''کہ تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور ہو جاؤ گے امن و امان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا۔''

''مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ'' میں آپ ﷺ کا سر مبارک بطور اولیٰ آجاتا ہے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں ﴿لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ اترا، یہ آپ ﷺ کی اصل زبان تھی۔ ان آیتوں میں آپ ﷺ کی ''بولی'' زبان (Language) میں قرآن کے نزول کا تذکرہ فرما کر آپ ﷺ

کے اس عظیم اکرام واحسان کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔

﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝﴾

[سورة مریم: 97]

ترجمہ: ''سو ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لیے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور نیز اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں۔''

اگلی آیت میں آپ ﷺ کی زبان میں قرآن کو آسان فرمانے کے احسان کا ذکر ہے۔

﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ [سورة الدخان: 58]

ترجمہ: ''سو ہم نے اس قرآن کو آپ ﷺ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔''

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کے کھانا کھانے اور بازاروں کے چلنے پھرنے کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ بشر ہوتے ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔''

﴿وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ﴾

[سورة الفرقان: 7]

ترجمہ: ''اور یہ (کافر) لوگ رسول ﷺ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس رسول ﷺ کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

آئندہ آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی آوازِ مبارک ''صوت النبی ﷺ'' کا ذکر ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾ [سورة الحجرات: 2]

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی (علیہ السلام) کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔''

آنے والی آیت میں آپ ﷺ کی عمر مبارک (اور اس کی پاکیزگی) کی قسم کھا کر ایک برے اعمال میں مبتلا اور شہوت پرستی میں سرگرداں قوم کا تذکرہ تحسر اور افسوس سے فرمایا جاتا ہے۔ اس سے آپ ﷺ کی عمر کی اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وعظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝﴾ [سورة الحجر: 72]

ترجمہ: ''آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔''

دوسری جگہ خود آپ ﷺ اپنے پاکیزہ نیک اور اور عمدہ نمونہ زندگی کو پیش کر کے عقل ودانش والوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا میری اس مثال بے مثل زندگی اور اعلیٰ کردار کو جو کہ تمہارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے دیکھتے ہوئے میری سچائی پر کوئی شبہ ہوسکتا ہے؟

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ [سورة یونس: 16]

ترجمہ: ''بے شک اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصہ عمر تک میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اپنے معجز اور موجز الفاظ میں حبیب نور محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کی تعریف فرماتا ہے ایک قاصر، ہیچمدان وہیچمدز اس کی کیا ترجمانی کرسکتا ہے۔ تاہم شفاعت محمدی ﷺ کی امید میں اس ہی کی توفیق سے کچھ لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ قبول اور نافع فرمائے اور قارئین و راقم کو حب واتباع نبوی ﷺ سے مالا مال فرمائے۔ آمین، ثم آمین، کہنے والوں نے کہا تھا:

ترے رخسار و گیسو کو بھلا تشبیہ دوں کیونکر
نہ ہے لالہ میں رنگ ایسا نہ ہے سنبل میں بو ایسی
خدا در انتظار حمد مانیست
محمد ﷺ چشم بر راہِ ثنانیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد ﷺ حامدِ حمد خدا بس

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَرَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ.

35

(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داعیانہ اخلاق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجسد وناطق تھے:

ہدایت کا یہ نور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہبی کمالاتِ نبوت اور قرآن کی تعلیمات سے وجود میں آیا تھا۔آپ کی پاکیزہ سرشت نے قرآنی تجلیات وانوار کو اپنے اندر ایسے سمولیا تھا گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی قرآن مجسد وناطق بن گئی تھی۔اس لیے آپ میں قرآن کی ہر تجلی چمکتی تھی اور قرآن کا ہر امر آپ سے متشکل ہوکر ظاہر ہوتا تھا۔آپ کی سب سے زیادہ محرم اسرار زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا خلق کیا تھا؟ آپ نے برجستہ جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ومعنى هذا أنه عليه السلام مهما أمره به القرآن امتثله ومهما نهاه عنه تركه، هذا ماجبله الله عليه من الأخلاق الجبلية الأصلية العظيمة التى لم يكن أحد من البشر ولا يكون على أجمل منها وشرع له الدين العظيم الذى لم يشرعه لأحد قبله وهو مع ذلك خاتم النبيين فلا رسول بعده ولا نبى ﷺ فكان فيه من الحياء و الكرم والشجاعة والحلم والصفح والرحمة وسائر الأخلاق الكاملة مالا يحد ولا يمكن وصفه۔

(البدایۃ والنہایۃ؛ ج:۶،ص:۴۰،احیاء التراث)

اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ:

”ترجمہ: جب قرآن کسی بات کا حکم دیتا تو آپ اس پر عمل کرتے اور جب کسی بات سے روکتا تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ترک فرمادیتے،یہ آپ کے وہ عظیم الشان فطرتی اخلاق تھے جو آپ کی جبلت میں ودیعت کردیئے گئے تھے۔جن سے بہتر اور عمدہ اخلاق نہ پہلے کسی دوسرے انسان میں تھے،نہ آئندہ ہوں گے اور اللہ تعالی نے آپ کے لئے وہ عظیم دین مشروع ومقرر فرمایا جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔پس آپ کے بعد نہ کوئی رسول آسکتا ہے اور نہ نبی۔پس (انہی فطرتی اخلاق،عظیم دین وشریعت اور ختم نبوت کی وجہ سے) آپ میں حیاء،سخاوت،بہادری،بردباری،درگذر،رحمت اور جملہ کامل اخلاق اس درجہ میں پائے جاتے تھے جن کی حد وتوصیف ممکن نہیں۔“

امام مرتضی حسین الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ ”كان خلقه القرآن“ کی تشریح فرماتے ہیں:

أى كان متمسكا به و بآدابه و أوامره و نواهيه و ما يشتمل عليه من المكارم و المحاسن والالطاف۔ (تاج العروس، ج:۶،ص:۳۳۷)

”ترجمہ: آپ قرآن کریم کے احکام اور آداب اور اوامر ونواہی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے اور قرآن کریم جن عمدہ اخلاق اور زیبا خصائل وکمالات پر مشتمل تھا وہ آپ کی ذات میں سموئے ہوئے تھے۔“

جس طرح انسان کی ایک ظاہری خلقت وصورت ہے اور اس کے اوصاف وصفات اور اس کے متعلقات ہیں،اسی طرح انسان کا نفس بمنزلہ اس کی باطنی صورت کے ہے،جس کے اوصاف و صفات اور ملکات ہیں۔

خَلق اور خُلق کے معنی:

عربی میں خَلق کے معنی ظاہری صورت اور بناوٹ کے ہیں اور خُلق جس کی جمع اخلاق ہے،اس کے معنی باطنی صورت کے ہیں۔یا یوں کہیے کہ ظاہر صورت کا نام خَلق ہے اور باطنی اوصاف اور سیرت کو خُلق کہتے ہیں۔آخرت میں عذاب وثواب زیادہ انہی اوصاف وصفات واعمال پر ہے۔انسان جسمانی اعتبار سے ظاہری خلق وصورت سے پہچانا جاتا ہے۔اور کردار کے اعتبار سے اپنے اعمال واوصاف سے جسے ایک لفظ خلق کہتے ہیں پہچانا جاتا ہے،سیرت اسی خلق سے عبارت ہے۔

حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ان دو لفظوں کو جمع فرما دیا ہے:

اللّٰھم أَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُ*لُقِیْ۔ (کتاب الاذکار للنووی رحمہ اللہ)

ترجمہ: یا اللہ! آپ نے اچھا بنایا میری صورت کو، پس اچھا کر دیجئے میری سیرت کو۔

پس جب ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا تو گویا ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ظاہر و باطن قرآن کریم کا سراپا عملی نمونہ تھا۔ آپ کی فطرت و سرشت اور آپ کا ہر عمل و کردار قرآن کی تفسیر تھا۔ یا یوں کہیے کہ جو دعوت لے کر آپ آئے تھے وہ آپ کی عملی زندگی میں مجسد ہو گئی تھی کہ بقول علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

والقرآن مقصودہ بیان الحق و دعوۃ العباد الیہ۔ (کتاب الرد علی المنطقیین، ص:468)

ترجمہ: قرآن کا مقصود حق کا بیان اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے۔

ملت میں لیڈرانہ مرض:

آج ملت میں لیڈرانہ مرض عام ہوتا جاتا ہے کہ اسلام کی ہر ایک آواز دیتا ہے لیکن اس کی پرواز پر کوئی نہیں جاتا۔ اس کے گن ہر ایک گاتا ہے اور اسے امت کے ہر مرض کا مداوا اور اکسیر اعظم اور اس کی نجات کے لئے واحد علاج قرار دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں ایک قدم بھی اس سمت میں نہیں بڑھاتا۔ یہی سبب ہے ہماری دینی پژمردگی، اخلاقی اضمحلال اور دنیاوی زوال کا۔ ہمارے قول و دعوت کو ہمارا فعل و عمل جھٹلاتا ہے۔ ہماری دعوتی مجالس اسی لئے بے اثر، ہمارے تبلیغی ادارے اسی وجہ سے بے جان اور ہماری احیاء دینی کی کوششیں اسی لئے سعیٔ لا حاصل ہیں۔ اسی لئے وقت کی پکار ہے کہ اسلام کے داعی اول، انسانیت کے سب سے بڑے مصلح اور معلم اخلاق ﷺ کی داعیانہ زندگی کا بغرض استفادہ و اتباع مطالعہ کیا جائے کہ وہ کیا بنیادیں تھیں جن پر ''ام القریٰ'' کے نبی امی (فداہ امی و ابی) ﷺ نے اپنی دعوت کو استوار کیا تھا۔ تاکہ ہم پھر اس نور سے فیض پا کر اور اس نمونہ کو اپنا کر اپنی زندگی کو نکھار اور اپنے اخلاق کو سنوار سکیں کہ ہر امت کی اصلاح اس نبی کے طریقہ کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے بار بار

قرآن کریم میں رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔

دینی پستی کا علاج اتباع نبوی ﷺ میں ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (النساء،80)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (الاحزاب،21)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (الحشر،7)

اور رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ۔

آپ کے اتباع کو محبوبیت الٰہیہ کا ذریعہ فرمایا:

قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران:13)

آپ فرما دیجیے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پوری انسانیت:

مزید برآں یہ امت اپنے نبی ﷺ کی نیابت و خلافت میں پوری انسانیت کی طرف مبعوث اور آپ کے فریضۂ دعوت کی امین و حامل ہے۔ اس کا مزاج و قوام داعیانہ ہے۔ جیسا کہ امام جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آیت ''وَقُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ'' کے ذیل میں لکھا ہے اور خوب لکھا ہے:

وفیہ الدلالۃ علی أن المسلمین دعاۃ الناس إلی اللہ تعالیٰ کما أن علی النبی ﷺ ذلک۔

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مسلمان بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں جیسے کہ نبی پاک ﷺ پر یہ ذمہ داری تھی۔ (احکام القرآن، ج:۳، ص:۲۲۰)

بلکہ قرآن کریم خود ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ۔ (آل عمران:110)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

کتاب وسنت کے دفاتر امت کے اس دعوتی منصب ومزاج اور اس متعلقہ فرائض کے احکام و فضائل سے گرانبار ہیں۔ ان تعلیمات کا حاصل امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر الفاظ میں (جو اس آیت کی تفسیر میں لکھے ہیں) کہا جا سکتا ہے:

کونوا اُمةً دعاةً الیٰ الخیر اٰمرین بالمعروف وناهین عن المنکر۔

(تفسیر کبیر، ج:3 ص:19)

ہو جاؤ تم ایک امت بھلائی کی دعوت دینے والی نیکی کا حکم کرنے والی، برائی سے روکنے والی۔

غرض امت کی نہاد ومزاج کی وجہ سے اس کی اصلاح وفلاح اور اخلاقی احیا کے لئے اسلام کے داعی اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داعیانہ اخلاق کا جاننا اور اپنانا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ان چند ضروری گزارشات کے بعد جو موضوع کی بنیادی فکر کے متعلق تھیں، اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے عملی نمونہ اور مجسمہ پیکر تھے:

گزر چکا کہ آپ کا خلق قرآن تھا اور آپ اپنے صحیفۂ دعوت کا مجسم پیکر اور عملی تصویر تھے، گویا آپ کی دعوت قول سے پہلے اور عمل دعوت سے پہلے فاعلیت کی ترجمان تھی۔ آپ کی پوری زندگی اس بات کی گواہ تھی کہ نبی جو کہتا ہے وہ اس کی عملی زندگی کا اظہار اور اس کی طرف دعوت کا اعلان ہے۔ آپ معاندین کے بھرے مجمع میں برملا پکارتے ہیں اور اپنی گزشتہ زندگی کا کردار پیش کرتے ہیں۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (یونس:61)

اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔

قرآن کریم آپ کی پاکیزہ زندگی وعمر کی قسم کھا کر اسے شہادت کے طور پر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ (الحجر:72)

آپ کی (پاکیزہ اور عفیف زندگی اور) عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

کفار نے جب آپ کو شاعر کہا تو قرآن نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ۔

(الشعراء:255،556)

اے مخاطب! کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

والمراد من هذا أن الرسول ﷺ الذی أنزل علیه القرآن لیس بکاهن ولا بشاعر لأن حاله مناف لحالهم من وجوه ظاهرة۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:2 ص:453)

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول کہ جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے نہ کاہن ہیں اور نہ شاعر ہیں کیوں کہ آپ کا حال ان لوگوں سے کئی کھلے وجوہ کی بنا پر مختلف ہے۔"

حاصل یہ ہے کہ یہ جاہلی شعراء خیالی مضامین کی دنیا میں اکثر رہتے ہیں اور جو خیال آرائیاں کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں، ان کی زندگی اس سے عملاً عاری اور خالی ہوتی ہے۔ نبی اس کے برعکس ہر وقت حقائق کی دنیا میں ہوتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس کی زندگی عملاً اس کا آئینہ ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے کھل کر کہا:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (البقرۃ:44)

کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کا اور اپنی خبر نہیں لیتے، حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

اور ہر اس دعویٰ اور لاف زنی سے روک دیا جو عمل میں نہ ہو اور ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ (الصف:3،2)

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن کے عملی ہونے کا ثبوت:

آپ کے عملی ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپ کی ذات ہی دین ہے اور آپ کی ہر ادا محبوبیت حق کا ذریعہ، ہر عمل منشائے الٰہی کا نشان اور ہر قول وحی ربانی ہے۔ آپ کے طریق کو صراط مستقیم اور خدا کی راہ بتایا گیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ (الشوریٰ:52)

اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

نیز فرمایا:

إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (الزخرف:43)

آپ بے شک سیدھے راستہ پر ہیں۔

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وأجود الناس، و أشجع الناس، ولقد فزع أهل المدينة ذات ليلة فانطلق ناس قبل الصوت، فتلقاهم رسول الله راجعا وقد سبقهم إلى الصوت وهو على فرس لأبي طلحة عرى في عنقه السيف وهو يقول: لم تراعوا لم تراعوا۔ (البداية والنهاية، ج:6، ص:37)

"رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو خوف محسوس ہوا (ایک خوف ناک آواز ایک طرف سے آئی تھی) کچھ لوگ اس آواز کی طرف گئے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے اور آپ ﷺ ان لوگوں سے پہلے ہی تشریف لے گئے تھے اور آپ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننگے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کے پاس تلوار تھی اور فرما رہے تھے کہ گھبراؤ مت گھبراؤ مت۔"

38

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت:

رزم ہو یا بزم، صلح ہو یا جنگ، مجلسی زندگی ہو یا قومی، ہر میدان میں آپ کا عملی نمونہ مینار ہدایت تھا۔ میدان جہاد میں جب اچھے اچھوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے۔ آپ کی شجاعت ڈھال کا کام دیتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ انتہائی شدت اختیار کر جاتی تھی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ لیتے تھے۔

شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، جسے امام احمد و بیہقی نے نقل کیا ہے کہ بدر کی جنگ میں ہم مشرکوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے بچتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر و دلیر تھے۔

وَكَانَ أَشَدُّ النَّاسِ بَأْسًا۔ (جمع الفوائد، ج:2، ص:148)

آپ ﷺ (میدان جنگ میں) سب لوگوں سے زیادہ مضبوط و دلیر تھے۔

حضرت بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خدا کی قسم جب جنگ شدید ہو جاتی ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بچتے تھے اور ہم میں سے وہی سب سے بہادر گنا جاتا تھا جو جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو سکتا تھا۔ (صحیحین و ترمذی، جمع الفوائد، ج:2، ص:148)

غزوہ ہوازن میں جب اکثر ساتھی پسپا ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے: "انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب" اور دشمن کی طرف سواری کو مہمیز کرتے ہوئے پڑھ رہے تھے شجاعت و بہادری اور توکل علی اللہ کے اس نعرہ نے کہ "کہاں جاتے ہو ادھر میری طرف آؤ، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں" شکستہ صفوں کو ثبات بخشا اور لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ (زاد المعاد، ج:۲، ص:۱۸۶)

شجاعت و بہادری کا عملی مظاہرہ نہ صرف میدان قتال و جہاد میں ظاہر ہوتا تھا، بلکہ شوق شہادت کا یہ حال تھا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ

اللّٰهِ، وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ أَنِّی أُقْتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْیَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْیَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْیَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔ (بخاری، باب تمنی الشهادة، رقم الحدیث: ۲۷۹۷)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر مسلمانوں میں ایسے لوگ نہ ہوتے جو میرے پیچھے رہنا گوارہ نہیں کرتے اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ سواری دے کر انہیں جہاد پر روانہ کرسکوں۔ تو میں کسی سریہ میں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاتا ہے پیچھے نہ رہتا۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔''

کیا ذوقِ شہادت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل تک
وہ ایک قطرۂ خوں جو گرا گلو میں ہے

اس فدائیت کا اثر دیکھنے والوں پر جو ہوتا ہوگا، وہ ظاہر ہے۔

اپنے رفقاء کے ساتھ کاموں میں شرکت:

یہ شہادت و بہادری صرف قتال تک محدود نہ تھی۔ بلکہ رفقاء کے ساتھ ان کے دوسرے کاموں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کا حکم فرماتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ بنفس نفیس شریک ہوجاتے ہیں۔ بقول علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:

وعمل بنفسه فیه۔ (زاد المعاد، ج:2،ص:117)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس اس میں کام کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات میں ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انصار اور مہاجر شدید سردی میں خندق کھود رہے تھے۔ نبی انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس مٹی اٹھا رہے تھے۔ شکم اقدس غبار سے ڈھک چکا تھا۔ بال مبارک گرد آلود ہو چکے تھے۔ بقول ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ: ''گرد کی تہہ جم چکی تھی۔''

شدت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے کوئی چیز مع صحابہ رضی اللہ عنہم کے چکھنے تک کو نہیں ملی تھی۔ اتنے میں ایک سخت چٹان خندق میں آتی ہے، صحابہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ

ایک چٹان خندق کے کھودنے میں حائل ہوگئی ہے۔ آپ شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ سیدھا کرنے کو شکمِ مبارک پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ حال سنتے ہیں اور پھاوڑا لیتے اور چٹان کو تین مرتبہ مارتے ہیں، چٹان بہتی ہوئی ریت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے احمد و نسائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ہر ضرب پر ''اللہ اکبر'' ارشاد فرماتے ہیں اور پہلی تکبیر پر ارشاد ہوتا ہے کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں اور میں اس کے محلات دیکھ رہا ہوں۔ دوسری تکبیر پر ارشاد فرمایا کہ مجھے فارس کی مفاتیح سپرد کر دی گئیں اور خدا کی قسم میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں اور تیسری تکبیر پر فرمایا مجھے یمن کی چابیاں حوالہ کر دی گئیں اور میں اس وقت اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں (ایسی روایات بیہقی و طبرانی وغیرہ میں بھی ہیں)۔

(صحیح البخاری مع فتح الباری، ج:۷، ص:۳۱۶ تا ۳۱۷)

یہ روایات آپ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہر کام میں اور فقر و فاقہ میں عملی شرکت کی بین دلیل ہیں۔

مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں شرکت:

اسی طرح مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام مزدوروں کی طرح کام کیا۔ ایک سفر میں صحابہ رضی اللہ عنہ نے بکری ذبح کی اور اس کے پکانے کے لئے آپس میں کام بانٹ لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جنگل سے لکڑی میں لاؤں گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے تامل کیا تو فرمایا: ''میں امتیاز پسند نہیں کرتا''۔ (سیرت النبی، ص:۳۴۰ بحوالہ زرقانی، ص:۳۰۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کام خود کرتے تھے:

ایک اور سفر میں نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کو درست کرنا چاہا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ لائیے میں ٹانک دوں''۔ فرمایا یہ تشخص پسندی ہے جو مجھے محبوب نہیں ہے۔ (سیرت النبی، ج:۲، ص:۳۴۱، بحوالہ زرقانی، ج:۴، ص:۳۰۶)

حبش سے کچھ مہمان آئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گذاری کریں۔ لیکن آپ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے اس لیے میں خود ان

کی خدمت گذاری کا فرض انجام دوں گا۔ (سیرت النبی، بحوالہ شفاء قاضی عیاض)

کفار ثقیف جنہوں نے طائف میں آپ کے پائے مبارک کو زخمی کیا تھا، ۹ھ میں وفد لے کر آئے تو آپ نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا اور بنفس نفیس ان کی مہمانی کے فرائض ادا کیے۔

نبی انور ﷺ کا عملی نمونہ ہر جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے مہمیز عمل اور درس بصیرت اور باعث تشویش وعزم تھا۔ واقعہ حدیبیہ میں کفار نے جیسے نبی انور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ سے روکا، وہ معلوم حقیقت ہے۔ جب حدیبیہ کا صلح نامہ لکھ لیا گیا تو نبی انور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: ''اٹھو اور قربانی کردو اور سر منڈا کر حلال ہو جاؤ'' مناسک حج وعمرہ کی جو عظمت صحابہ رضی اللہ عنہ کے دل میں تھی ان کو ادا کیے بغیر صحابہ رضی اللہ عنہ کے لیے قربانی اور سر منڈوانے کا حکم بالکل غیر متوقع تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ جو کہ سراپا انقیاد تھے اس ارشاد پر ششدر رہ گئے تھے۔ جب حضور ﷺ کے تین مرتبہ ارشاد فرمانے پر کوئی نہ اٹھا تو حضور انور ﷺ گھر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ یہ کام کرلیں تو ان سے ایک بات نہ کریں۔ اپنے اونٹ کو ذبح کرلیں اور حجام کو بلا کر سر منڈوائیں۔ آپ ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔ باہر تشریف لائے کسی سے بات کیے بغیر قربانی کی۔ اپنے حجام کو بلا کر سر مبارک منڈوایا۔ جب لوگوں نے دیکھا، اٹھے، قربانیاں کیں اور ایک دوسرے کے سر مونڈنے شروع کیے۔ حکم کی تعمیل میں تاخیر کے غم سے یہ حال تھا کہ جلدی میں اندیشہ تھا کہ سر منڈتے ہوئے ایک دوسرے کو زخمی ہی نہ کردیں۔ بہرحال سب سراپا عمل تھے اور یہ عملی نمونہ ایک انتہائی مشکل کا حل تھا۔ (زاد المعاد، ج:۲، ص:۱۲۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقر وفاقہ کی جن گھاٹیوں سے گذرے آج اس کا تصور بھی محال ہے لیکن اس صبر آزما آزمائش میں فقر غیور کے ان شاہزادوں کے لئے سردار دو جہاں ﷺ کا عملی نمونہ تسکین وثبات کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ فاقوں سے نڈھال صحابہ رضی اللہ عنہ اپنی پشت کو سیدھا رکھنے کے لیے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کو تسکین شکم نبوت پر بندھے ہوئے دو پتھروں نے کردی۔ (البدایہ والنھایہ، ج:۶، ص:۵۳، مشکوۃ، ص:۴۸ بحوالہ ترمذی وقال الترمذی حدیث غریب)

گو بھوک کی شدت اور ضعف کی وجہ سے اصحاب صفہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز کی حالت میں

گر پڑتے تھے۔ (ترمذی وابن ماجہ) تاہم وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے لیے ردی کھجوروں کی قلت کی بنا پر شدت بھوک سے زمین بار بار کروٹیں بدلتے دیکھ چکے تھے۔ (ابن ماجہ معیشۃ آل محمد ﷺ والبدایہ والنھایہ، ج:۶، ص:۵۳، بحوالہ ابوداؤد طیالسی بروایت عمر) وہ جانتے تھے کہ بیت نبوی میں دو دو ماہ آگ نہیں جلتی تھی اور پانی اور کھجوروں پر گذر ہوتا تھا۔ گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور رات کو اکثر آپ ﷺ اور سارا گھر بھوکا سو رہتا تھا۔ ترمذی نے روایت کیا ہے:

آپ اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے تھے کہ کھانا میسر نہ آتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام عمر یعنی مدینہ کے قیام سے وفات تک آپ ﷺ نے کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔ (شمائل ترمذی)

آپ ﷺ کا فقر وفاقہ اختیاری تھا

آپ کا یہ فقر وفاقہ اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ جس کے لیے آپ نے دعائیں مانگی تھیں۔ چنانچہ بخاری نے آپ کی یہ دعا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے:

''اللّٰھم ارزق آل محمد قوتا''۔

ترجمہ: اے اللہ! آل محمد (ﷺ) کا رزق بقدر کفاف (قوت لا یموت کے برابر) کردے۔

(بخاری ج:۲، ص:۹۵۸)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی روایت امام احمد اور ترمذی نے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پروردگار نے مکہ کی وادی بطحا کو سونے کی بنا کر مجھے پیش کی۔ میں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے یہ نہیں چاہیے، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں کہ جب بھوک لگے تیرے آگے عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور جب شکم سیر ہو جاؤں تو تیری حمد بیان کروں اور تیرا شکر ادا کروں۔'' (مشکوۃ، ص:۴۴۲)

دور فتوحات میں آپ ﷺ کا شان فقر:

آخری دور میں جب فتوحات کا دروازہ کھلا، جو کچھ آتا تھا فقراء میں تقسیم ہو جاتا تھا اور کاشانۂ نبوت اسی طرح فقر وفاقہ سے روشن تھا۔ ۹ھ میں جب آپ دس لاکھ مربع میل کے ظاہری حکمران بھی

تھے، کاشانۂ نبوت زخارف دنیوی سے پاک تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۹ھ میں مشرب میں داخل ہوتے ہیں، سردار دو جہاں نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں ایک کھردری چٹائی پر اس طرح جلوہ فرما ہیں کہ جسد اطہر پر چٹائی کے نشان بن چکے ہیں۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے جس میں خرمے کی چھال بھری ہے، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، کچھ مشکیزہ کی کھالیں سر کے پاس کھانٹی پر لٹک رہی ہیں۔ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں کیوں نہ روؤں، چارپائی کے بان سے جسم اقدس میں بدّھیاں پڑ گئیں ہیں اور آپ کے سامان کی یہ کوٹھری ہے اور اس میں جو سامان ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامان خانہ کی یہ کیفیت ہو۔ ارشاد ہوا: ''کہ اے ابن خطاب! تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ دنیا لیں اور ہم آخرت''۔ (سیرت النبی، ج:۲، ص:۳۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دوسروں کے لیے نمونہ تھا:

غرض حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر اختیاری، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آبدیدہ کر دیتا تھا، وہاں ان کے لیے تسلی کا پیام و عسرت و فقر میں ڈھارس کا سامان تھا۔

اسی طرح آپ ہر چیز میں نمونہ تھے۔ اور آپ کا عمل دوسروں کے لئے رہنما تھا۔

وہی اطاعت حق ہے وہی ہے مقصد دیں
جو راستہ کہ نقش قدم سے تیرے بنایا گیا

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (فاطر، 35:28)

''ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کا علم رکھتے ہیں۔''

گویا علم الٰہی کا لازمہ خشیت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کے جاننے والے اور اس سبب سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

چنانچہ ارشاد رسالت مآب ہے:

ما بال اقوام یتنزھون عن الشئ اصنعہ فواللہ انی لأعلمھم باللہ واشدھم

لہ خشیۃ۔ (جمع الفوائد، بحوالہ بخاری و مسلم، ج:1، ص:33)

''ترجمہ: بعض لوگوں کو کیا ہو گیا کہ (اپنے مزعومہ تقویٰ و خشیت کی وجہ سے) اس چیز سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والا ہوں اور نتیجۃً ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔''

حقیقی خشیت الٰہی وہی ہے، جو انسان میں تقویٰ پیدا کرے۔

ارشاد نبوت ہے: واللہ انی لأخشاکم للہ وأتقاکم۔

(مشکاۃ مع مرقاۃ المفاتیح، ج:1، ص:233، بحوالہ بخاری و مسلم)

ترجمہ: خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں

اشارۃ الی ان الخشیۃ التی لا تورث التقویٰ لا عبرۃ لھا۔

(مرقاۃ، ج:1، ص:263)

''ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خشیت جس سے تقویٰ پیدا نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔''

غرض حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ علم و معرفت الٰہی کے حامل تھے، اس کے آثار و ثمرات خشیت و تقویٰ آپ کی ذات پاک میں کاملاً دیکھے جا سکتے تھے اور نرے علم و معلومات پر اکتفا نہیں تھا۔

اسی طرح حسن معاشرت میں اپنے گھر والوں سے حسن سلوک بھی ہے۔ ارشاد فرمایا:

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔

(مشکوۃ، ص:281 بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

''ترجمہ: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ بہتر ہو اور میں اپنی اہل کے ساتھ تم سب سے بہتر ہوں۔''

عبادت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ دین اور امت کے لیے اسوہ اور مشعل راہ ہے۔

قرآن کی عملی تشکیل آپ سے ہی وجود میں آئی:

بلکہ قرآنی آیات کی عملی تشکیل آپ ہی سے وجود میں آئی۔ آیات و احکام قرآنی آپ کی ذات

پاک میں عملاً مجسد اور متشکل ہو گئے تھے، گویا کہ آپ قرآن مجسم تھے۔ جن کا ہر حرکت وسکون، تکلم و گفتگو فعل وعمل، گفتار و کردار، خلوت وجلوت کے اعمال، تنہائی اور مجمع کے اشغال، مسجد و منبر کی عبادات، جنگ و صلح کے معاملات، مجلسی اور نجی زندگی کی مصروفیت یں، غرض آپ کی حیات طیبہ کا جزو کل اور ہر رخ و پہلو نرا دین ہی تھا اور اس کے بغیر اسلام کے احکام کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مختصر تحریر تفصیلی مباحث پر بات کی متحمل نہیں ہوسکتی اس لیے چند اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

نماز اسلام کا بنیادی رکن اور سب سے اہم عبادت ہے۔ حضور انور ﷺ کا نماز کے ساتھ جو شغف تھا اس کا اندازہ آپ کے ارشاد مبارک سے کیجیے۔ فرمایا:

وجعلت قرة عيني في الصلوة۔

(فیض القدیر للمناوی، ج:3، ص:370 بحوالہ احمد، نسائی، مستدرک حاکم، سنن بیہقی)

''ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ ﷺ)

بعض اوقات پوری پوری رات آپ نماز میں گزار دیتے تھے۔ فرائض پنجگانہ کے علاوہ آپ کم از کم سنن نوافل کی ۳۹ رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ صلوۃ الاوابین، سنت، تحیۃ المسجد وتحیۃ الوضو وغیرہ اس کے علاوہ تھیں۔ یہ نمازیں اپنے حسن وکمال، خوبی وتعدیل میں اپنی نظیر آپ تھیں۔ کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے، آپ چپ چاپ بستر سے اٹھتے اور نماز و دعا میں مشغول ہو جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپ کو بستر پر نہ پایا، سمجھی کہ آپ کسی اور بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں اور دعا میں مصروف ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اس شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا کہ ہم کس خیال میں ہیں اور آپ کس عالم میں۔

نماز میں آپ کی حالت:

کبھی کبھی آنحضرت ﷺ پر نماز میں رقت طاری ہو جاتی تھی اور چشم مبارک سے آنسو نکلنے

لگتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی اس کیفیت کو ایک دفعہ دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نماز میں ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔

(سیرت النبی، ج:۵، ص:۱۷۲، ۱۷۱، بحوالہ ترمذی وابوداؤد باب البکاء فی الصلوۃ)

آپ کی نماز کا یہ اشتغال عبادت کا انہماک اور دعا اور مناجات کا شغف پوری امت کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ اس لیے آپ نے صرف نماز کے ربانی حکم کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اپنے عملی نمونہ کی اقتداء کرنے کو کہا۔ ارشاد فرمایا:

صلوا كما رأيتموني اصلي۔ (مشكوة بحواله بخاري و مسلم)

''ترجمہ: نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

آپ کی عملی دعوت ونمونہ کا اثر صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس قدر تھا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر مسائل کا عملی جواب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ عمرو بن ابی حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھا گیا تو بجائے زبانی بتانے کے عملاً اس طرح تعلیم دی کہ فدعا بتور من ماء فتوضالهم پانی کا برتن منگوایا اور پھر ان کے بتانے کے لیے وضو کیا۔ روایت میں ان الفاظ کے بعد آپ کے بتائے ہوئے وضو کی تفصیل ہے۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۳۲)

اسی طرح حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے ملنے والوں سے کہا:

الا أنبئكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذاك في غير حين صلوة فقام ثم ركع الخ۔ (بخاری، ج:1، ص:113)

''ترجمہ: کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں راوی کہتا ہے: اس وقت فرض نماز کا وقت بھی نہیں تھا (پھر عملاً) تعلیم دینے کے لئے نماز شروع کی اور قیام کیا پھر رکوع کیا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا:

''ترجمہ: میں نے جو تمہیں نماز پڑھائی اس سے میرا ارادہ اس کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا کہ تمہیں یہ دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے''۔

اسلام کے تکمیلی فریضہ میں مشعل راہ:

حج اسلام کا تکمیلی فریضہ ہے، اس میں بھی حضور انور ﷺ کا عملی نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مشعل راہ تھا، آپ ﷺ نے جاہلیت کی جن رسموں کو مٹانا تھا انہیں عملاً مٹایا، حج قِران اور تمتع کے بارے میں لوگوں کے اشکالات کو واضح الفاظ میں دور فرمایا۔ تفصیلات کا موقع نہیں ورنہ بتایا جاتا کہ کس طرح حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے عمل سے مناسک کی تعلیم دی، اعلان عام تھا:

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه۔ (مسلم)

"ترجمہ: حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا کہ شاید اس حج کے بعد میں دوسرا حج نہ کرسکوں۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے مناسک حج میں آپ ﷺ کے عملی نمونہ کا اتباع کس طرح کیا، اس کا اندازہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتا ہے جو حجر اسود کو چومتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لولا أني رأيت رسول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك۔

"ترجمہ: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔"

حجۃ الوداع کے موقع پر 'ثار' و 'سود' کو باطل قرار دینے کا عملی نمونہ:

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ ﷺ نے جاہلیت کی قبیح ترین رسوم ثار اور سود کو باطل قرار دیا تو سب سے پہلے عملی نمونہ اس طرح پیش کیا کہ اپنے خاندان کے خون اور اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے عرب میں پھیلے ہوئے سودی کاروبار کے باطل ہونے کا اعلان فرمادیا:

ألا إن كل دم ومال ومأثرة كانت في الجاهلية تحت قدمي هذه إلى يوم القيامة، وإن أول دم يوضع دم ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب كان مسترضعافي بني سعد فقتلته هذيل۔ ألا إن كل ربافي الجاهلية موضوع وإن الله قضى أن أول ربايوضع ربا العباس بن عبدالمطلب۔ لكم رؤوس أموالكم لاتظلمون ولاتظلمون۔

"ترجمہ: جان لو کہ جاہلیت کے ہر خون اور مال کا مطالبہ اور خاندانی تفاخر قیامت تک کے لئے میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے جو خون باطل

قرار دیا جاتا ہے وہ میرے خاندان کے ایک فرد ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنی سعد میں ایام رضاعت گزار رہا تھا۔ پس اسے ہذیل نے قتل کر دیا اور جان لو کہ جاہلیت کے سب سود بھی ختم کر دیئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ پہلا سود جو باطل قرار دیا جاتا ہے وہ عباس ابن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب تمہارے (سودی کاروبار کرنے والوں کیلئے) صرف رأس المال ہوں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

آپ ﷺ کی عملی تربیت کا اثر صحابہ کرام کی زندگی میں:

آپ کی عملی تربیت ہی کا اعجاز تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب دس آیتیں پڑھ لیتے تھے تو ان پر عمل کیے بغیر آگے نہیں بڑھتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب ہم کو دس آیتیں پڑھاتے تھے تو اس وقت ہم آگے نہ بڑھتے تھے جب تک ان پر عمل نہ سیکھ لیتے۔

(تفسیر قرطبی، ج:۲، ص:۲۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جب تک کوئی دس آیتیں پڑھ لیتا تھا تو اس سے آگے نہ بڑھتا تھا جب تک اس کے معنی اور ان پر عمل نہ سیکھ لیتا تھا۔

ابو عبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، انہوں نے حضور ﷺ سے پڑھا تھا اور جب دس آیات کا عمل حاصل کر لیتے تھے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ اس پر عمل نہیں کر لیتے تھے۔ پس قرآن و عمل اکٹھا سیکھتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر وجمع الفوائد بحوالہ احمد عن ابی عبدالرحمن سلمی، ج:۱، ص:۴۴)

دین اور اشاعت میں اخلاق کی اہمیت روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ دین کو اخلاق سے جدا نہیں کیا جاسکتا کہ بقول حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ "دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق ہی پر ہے"۔ (سیرت النبی، ج:۶، ص:۳)

اسی طرح دعوت و دین کے فروغ میں داعی کا اخلاق سب سے بڑا محرک اور مؤثر ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم اخلاق تھے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح سب سے بڑے دین وشریعت کے داعی تھے، اسی طرح سب سے بڑے معلم اخلاق بھی تھے۔ بلکہ آپ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل وتطہیر بھی تھا۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق۔ (البدایہ والنہایہ، ج:6،ص:135)

ترجمہ: مجھے تو اسی لئے نبی بنا کر بھیجا گیا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

مسند احمد وغیرہ کی روایت میں ہے:

وانما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

(البدایۃ والنہایۃ بروایۃ ابی ھریرۃ، ج:۲،ص:۳۵ و کنز العمال، ج:2،ص:5)

''ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی لئے بھیجا کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کر دوں۔''

مکارم اخلاق کی تعلیم وتکمیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد:

طبرانی نے اوسط میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ بعثنی بتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الاعمال۔

(کنز العمال، ج:6،ص:104)

''ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل اور اچھے اعمال کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔''

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے اعمال کی دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھائی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جو اطلاع دی وہ یہ تھی:

رأیتہ یأمر بمکارم الاخلاق۔

(سیرت النبی، ج:6،ص:4 بحوالہ صحیح مسلم مناقب ابی ذر رضی اللہ عنہ)

''ترجمہ: میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو عمدہ اخلاق کی دعوت دیتے تھے۔''

مسند احمد، ترمذی، دارمی، مستدرک حاکم، شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی، معجم کبیر، طبرانی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث

نقل کی ہے، جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

خالق الناس بخلق حسن۔ (کنز العمال، ج:8،ص:141)

''ترجمہ: لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔''

حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں نبی انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ودعوت کے بارے میں جو تقریر کی تھی، علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے نقل کی ہے۔ اس کے اخلاق کے بارے میں چند جملے یہ ہیں:

أیھا الملك! کنا قوم أھل الجاھلیۃ نعبد الاصنام و نأکل المیتۃ و نأتی الفواحش و نقطع الارحام و نسیئ الجوار و یأکل القوی منا الضعیف فکنا علی ذالك حتی بعث اللہ الینا رسولا منا نعرف صدقہ و امانتہ وعفافہ فدعانا الی اللہ لنوحدہ ونعبدہ و نخلع ما کنا نعبد نحن و آباؤنا من دونہ من الحجارۃ و الأوثان و أمرنا بصدق الحدیث وأداء الامانۃ و صلۃ الرحم و حسن الجوار والکف عن المحارم و الدماء و نھانا عن الفواحش وقول الزور و أکل مال الیتیم و قذف المحصنات۔

(سیرت ابن ہشام، ج:۱،ص:۳۳۶)

''ترجمہ: اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہمسایوں سے برائی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتے تھے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ جس کے نسب، سچائی، پاک دامنی کو ہم جانتے تھے۔ ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم اس کی توحید کو مانیں اور اسی کی بندگی کریں اور ہم ہمارے باپ، دادا، اللہ تعالیٰ کے سوا جن پتھروں کو پوجتے تھے اسے چھوڑ دیں اور اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سچ کہیں، امانت ادا کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ہمسایوں کے ساتھ بھلائی کریں اور حرام کاموں اور خونریزی سے باز آجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خواہشات (بدکاریوں) اور جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے

سے روک دیا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں، ان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں اخلاق کی کیا اہمیت ہے۔ اسی طرح ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے) نے قیصر روم، ہرقل کے دربار میں جو بیان دیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق آپ کی دعوت کا لازمی جزو تھا، چنانچہ بخاری نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

يَقُولُ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّدْقِ وَالعَفَافِ وَالصِّلَةِ۔

(صحیح البخاری، کتاب کیف بدء الوحی)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اکیلے اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ان شرکیات کو چھوڑ دو، جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اور ہمیں آپ نماز کا، سچائی، پاکیزگی اخلاق اور صلہ رحمی، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

قرآن کریم واحادیث مبارکہ اخلاقی تعلیمات سے گراں بار گوہر بار ہیں:

قرآن کریم واحادیث مبارکہ اخلاقی تعلیمات سے گراں بار و گوہر بار ہیں۔ استقصاء مقصود نہیں تبرکاً چند احادیث نقل کرتا ہوں، ارشاد فرمایا: ان من خیارکم احسنکم اخلاقا۔

(بخاری، کتاب الادب، البدایۃ والنہایۃ، ج:۶، ص:۳۶)

”ترجمہ: تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔“

ان المؤمن لیدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم۔

(جمع الفوائد، ج:۳، ص:۳۶۳)

”ترجمہ: ایمان دار اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ پاسکتا ہے۔“

ان من أكمل المؤمنين ايمانا أحسنهم خلقا وألطفهم بأهله۔

(جمع الفوائد، ج:۲، ص:۳۶۳)

”ترجمہ: ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو ان میں سے سب سے اچھا خلق والا اور اپنے اہل پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔“

مامن شئ أثقل فی المیزان یوم القیمة من خلق حسن وان الله یبغض الفاحش البذی۔ (جمع الفوائد، ج:2، ص:363)

”ترجمہ: قیامت کے دن ایمان والے کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے بیہودہ گو کو ناپسند فرماتا ہے۔“

ان من أحبكم الیّ و أقربكم منی مجلساً یوم القیمة أحسنكم أخلاقًا۔

(جمع الفوائد، ج:2، ص:363)

”ترجمہ: تم میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارے اور بیٹھنے میں مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے ہوں۔“

البر حسن الخلق۔ (جمع الفوائد، ج:2، ص:363)

”ترجمہ: نیکی تو حسن خلق کا ہی نام ہے۔“

احب عباد الله الی الله أحسنهم أخلاقًا۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق)

”ترجمہ: اللہ کے بندوں میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول عمل سے مؤید تھا:

آپ ابھی سن چکے ہیں کہ حضور انور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول عمل سے مؤید تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعوت کا عملی پیکر اور اپنے ہر قول کی مجسم تصویر تھے۔ یہی حال اخلاق کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات محاسن وکمالات، اخلاق پاکیزہ ومحاسن حمیدہ، خصائل پسندیدہ کا ایسا آئینہ تھی جس سے مافوق کا تصور مخلوق میں محال ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

قول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

واحسن منك لم ترقط عینی
واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

آپ کے صحیفہ آسمانی نے گواہی دی:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔ (القلم:4)

''ترجمہ: بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔''

قرآن آپ ﷺ کے اخلاق کا شاہد ہے:

قرآن آپ ﷺ کے اخلاق کا شاہد ہے، نمونۃً آپ کے کریمانہ خلق کی دستاویز کے طور پر دو آیتیں پیش ہیں:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران:159)

''ترجمہ: پس اللہ کی رحمت کے سبب سے آپ ان کے ساتھ نرم ہوئے اور آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔''

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ (توبہ،128)

''ترجمہ: (اے لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں۔ جن کو تمہاری مضرت کی بات نہاں گراں گزرتی ہے۔ جو تمہاری منفعت (بھلائی) کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان خلقه القرآن يرضى برضاه و يسخط بسخطه۔

''ترجمہ: آپ کا خلق قرآن تھا (یعنی اس کی تعلیمات و احکام) کی رضا پر آپ راضی ہوتے تھے اور اس کی ناراضگی پر آپ ناراض ہوتے تھے۔''

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب دو کاموں میں حضور انور ﷺ کو اختیار دیا جاتا تھا۔ تو اس میں سے جو زیادہ آسان ہوتا تھا آپ ﷺ اسی کو اختیار فرماتے تھے بشرطیکہ گناہ نہ ہو اور اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے بدلہ لیتے تھے۔

(رواہ مالک عن الزہری ورواہ البخاری ومسلم من حدیث مالک)

مزید فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو خواہ غلام ہو یا عورت یا خادم، کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد ہو یا سوائے اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں (محرمات) ٹوٹتی ہوں تو اس کا بدلہ اللہ عزوجل کے لیے لیتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان دو روایتوں کے مطابق مسند احمد میں بھی روایت ہے کہ آپ نے کسی اذیت دینے والے سے اس اذیت کا کبھی بدلہ نہیں لیا جو اس سے آپ کو پہنچتی ہو۔

حضرت ابو عبداللہ البجلی جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا، فرماتی تھیں کہ حضور پاک ﷺ فضول کلام کرنے والے بیہودہ گو نہ تھے اور نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ آپ معاف اور درگذر فرما دیتے تھے۔ (رواہ ابوداؤد طیالسی)

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے ہم معنی روایت الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ نقل کی ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

ان من خياركم أحسنكم أخلاقًا۔

''ترجمہ: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں۔''

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کی جو صفت قرآن میں ہے وہی تورات میں بھی مذکور ہے۔ (وہ یہ کہ) اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے

والا، امیوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام ''المتوکل'' رکھا۔ آپ بدخلق، سخت مزاج، بازاروں میں شور مچانے والے نہیں اور نہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں، بلکہ معاف اور درگزر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس وقت تک وفات نہیں دے گا جب تک کہ کج امت (الملۃ العرجاء) لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے سیدھی نہ ہو جائے اور اندھوں کی آنکھیں بہروں کے کان اور بند دل نہ کھل جائیں''۔ (رواہ البخاری ومسلم)

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گالی دینے والے، لعنت کرنے والے، بیہودہ گفتگو فرمانے والے نہ تھے۔ غصہ کی حالت میں ہم سے کسی ایک کو اتنا فرما دیتے: "مالہ تربت جبینہ" اسے کیا ہوا تھا، اس کی پیشانی گرد آلود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے کہ:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وكان أجود الناس وكان أشجع الناس۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ لوگوں سے سب سے بہترین سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

بخاری ومسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہا پر ہوتی، جب کہ آپ ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام ملتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ آپ کو جب کسی شخص کے بارے میں کوئی (ناپسندیدہ) بات پہنچتی تو آپ ﷺ یہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی بات کہتا ہے۔ بلکہ (اس کی آبرو بچانے اور اصلاح کا حق ادا فرمانے کے لیے) فرماتے: "مابال أقوام يقولون كذا وكذا" لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔

صحیح روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے (عام طور پر یہ) فرما دیا تھا کہ مجھے کوئی کسی دوسرے کی شکایت نہ پہنچائے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے پاس ایسی حالت میں آؤں کہ میرے

سینے میں کسی کی طرف سے غبار نہ ہو۔

بخاری ومسلم اور امام مالک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نبی انور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ ﷺ پر سخت (کھردرے) کناروں والی چادر تھی، اچانک ایک بدو آیا اور آپ کی چادر پکڑ کر اسے بہت زور سے کھینچا، میں نے جب آپ کی گردن مبارک کو دیکھا، چادر کو زور سے کھینچنے کی وجہ سے اس کے نشانات گردن مبارک پر پڑ چکے تھے۔ پھر کہنے لگا: ''اے محمد ﷺ! جو اللہ کا مال آپ کے پاس ہے، اس میں سے مجھے دینے کا حکم دو'' آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، ہنس پڑے، پھر اسے کچھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ایک دوسرا واقعہ احمد، ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جب آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تھے یا کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنا ہاتھ اس وقت تک نہیں کھینچتے تھے، جب تک وہ آدمی اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا اور اگر آپ کی طرف کوئی چہرہ کرتا تو آپ اس وقت تک اس سے چہرہ مبارک نہ پھیرتے جب تک وہ خود چہرہ نہ پھیر لیتا۔ مجلس میں آپ ﷺ کے زانو اپنے رفقاء سے آگے نکلے ہوئے کبھی نہیں دیکھے گئے۔

(رواہ مالک وترمذی وابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر مدینہ کی بچیوں میں سے کوئی بھی آتی اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیتی، آپ ﷺ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے، یہاں تک کہ وہ جہاں چاہتی آپ کو ہاتھ پکڑے ہوئے لے جاتی۔ (رواہ احمد)

بخاری ومسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا۔ اگر اشتہا ہوتی تو نوش فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی انور ﷺ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات فرماتے کہ اگر گننے والا الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ بات فرماتے تو تین بار دہرا دیتے تا کہ سننے والا

اچھی طرح سمجھ جائے۔ (ترمذی)

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پورا کھل کھلا کر ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کے تالو مبارک کا پچھلا حصہ (کوّا) دیکھ لوں۔

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کا ہنسنا مسکراہٹ ہی ہوتا تھا۔ (رواہ ترمذی)

مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد جہاں آپ فجر فرماتے تھے۔ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ اس دوران لوگ آپس میں بات چیت کرتے، زمانہ جاہلیت کے قصے بھی بیان کرتے اور ہنستے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیتے تھے۔

حافظ ابوبکر البیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ آپ بھی تذکرہ فرماتے تھے اور جب آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی اس میں شریک ہو جاتے تھے اور جب کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر فرما دیتے (گویا لوگوں کی جائز بات چیت میں شریک ہوتے تھے)۔''

ترمذی نے شمائل میں بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے آخر تک البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ باب ذکر اخلاقہ وشمائلہ الطاہرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لی گئی ہیں۔ (ص: ۳۷ تا ۴۲، ج: ۶)

نیکی پر استقامت و مداومت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت ثانیہ تھی:

اخلاق کے کمال کا ایک ضروری پہلو یہ ہے کہ جو نیکی اختیار کی جائے اس پر ایسی مداومت ہو کہ وہ فطرت ثانیہ بن جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی یہی کیفیت تھی کہ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا بادل کی جھڑی کی طرح تھا، جو برسنے پر آتی تو نہ رکتی۔ (صحیح بخاری)

ایک روایت میں ہے:

وکان اذا عمل عملاً أثبته۔ (ابوداؤد بخاری)

ترجمہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی عمل کرتے تو اس پر مداومت فرماتے۔

خود ارشاد نبوت ہے:

ان أحب العمل أدومه۔ (صحیح البخاری)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ کام ہے جس کی انسان سب سے زیادہ پابندی کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو اولاد پر شفیق نہیں دیکھا۔ عوالی مدینہ میں آپ کے بیٹے ابراہیم کی دودھ پلانے والی (رضاعی ماں) رہتی تھی۔ ان کا پیشہ آہنگری تھا اور اس وجہ سے اس کے گھر میں بھٹی کا دھواں ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جاتے تھے۔ آپ ابرہیم کو گود میں لیتے تھے اور چومتے تھے پھر واپس آ جاتے تھے۔ (مجمع الفوائد، ج: ۲، ص: ۴۴۷، بحوالہ مسلم)

حضرت سیدی الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے سیرت النبی میں اخلاق نبوی کے جامع بیان کے عنوان سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، سلیمانی قلم کا اعجاز رقم ہے اس لیے قارئین کے لیے اس کا سننا یقیناً ازدیاد علم و بصیرت کا سبب ہوگا، ارقام فرماتے ہیں:

اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جامع بیان

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت:

اس سے پہلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کے جزوی اور تفصیلی واقعات لکھے جائیں، ان صاحبوں کے بیانات زیر تحریر آتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سالہا سال اور مدت ہائے دراز بسر کی ہیں اور آپ کے اخلاق و عادات کے دفتر کے ایک ایک حرف سے واقف تھے۔ انسان کے حالات کا واقف بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد پچیس برس تک آپ کی خدمت زوجیت میں رہی تھیں، زمانہ آغاز وحی میں آپ کو ان الفاظ میں تسلی دیتی تھیں:

''ہرگز نہیں! خدا کی قسم، خدا آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں''۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت:

امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی نے آپ کے اوصاف تفصیل سے نہیں بیان کیے۔ فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت برا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگذر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے ہیں۔ (جامع ترمذی وشمائل ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں جو آسان ہوتی اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، ورنہ آپ اس سے بہت دور ہوتے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا، لیکن جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا خدا اس سے انتقام لیتا تھا۔ (بخاری ومسلم)

یعنی خدا کی طرف سے بموجب احکام ربانی آپ اس پر حد جاری فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو، کسی عورت کو، خادم کو، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی لیکن یہ کہ وہ ناجائز ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں، ہنستے اور مسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے کہ کوئی یاد کرنا چاہے تو کر لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور آغاز نبوت سے آخر عمر تک کم از کم تیئس برس آپ کی خدمت اقدس میں رہے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے آپ کے اخلاق وعادات کی نسبت سوال کیا۔ فرمایا: آپ خنداں جبین، نرم خو، مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے، کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کے ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے تھے، کوئی آپ سے آس کی امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس بناتے تھے اور نہ منظوری ظاہر فرماتے تھے (یعنی صراحۃً انکار وتردید نہیں کرتے تھے بلکہ خاموش رہتے تھے اور مزاج شناس آپ کے تیور سے آپ کا مطلب سمجھ جاتے تھے)۔

اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں: بحث ومباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے: کسی کو برا نہیں کہتے ہیں۔ کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔ کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جب آپ کلام کرتے صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرح خاموش ہو کر اور سر جھکا کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ چپ ہو جاتے تو وہ آپس میں بات چیت کرتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک وہ بات ختم نہ کر لیتا چپ سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے۔ جن پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی کرتے۔ کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن کوئی آپ کے انعام واحسان کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے۔ جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا آپ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفعۃً دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے آشنا ہو جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔

نہد بن ہالہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

نہد بن ہالہ رضی اللہ عنہ جو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش پروردہ تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

آپ نرم خو تھے۔ سخت مزاج نہ تھے۔ کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار شکر فرماتے تھے۔ کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے۔ کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اسے برا نہ کہتے۔ کوئی اگر امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آجاتا اور اس کی پوری حمایت کرتے۔ لیکن خود اپنے ذاتی معاملہ پر کبھی آپ کو غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔ (سیرۃ النبی، ج:۲، ص:۲۸۷ تا ۲۸۹)

اس مختصر تحریر میں اخلاق نبویہ پر بہت کچھ کہنے کے باوجود کچھ نہ کہہ سکا۔ ؎

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

اگر گنجائش ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن معاملہ، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار ومہمان نوازی، سادگی وبے تکلفی، تواضع، شرم وحیا، عزم واستقلال، راست گفتاری، ایفائے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم،

لطف وعنایت، محبت ورحمت، دشمنوں سے حسن وسلوک پر لکھتا اور اخلاق وفضائل وآداب کی تمام سرخیوں میں رنگ بھر جاتا جو جو آپ ﷺ سے جلوہ گر ہوئیں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی شہادت:

آپ کی دعوت میں جن سے تاثیر آئی اگر کہا جائے کہ اخلاق حمیدہ آپ ﷺ کی اداؤں ہی کا نام ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ جس کی خوبی ومحبوبی توصیف سے بالاتر ہے کہ ''خُلق'' نے آپ ﷺ ہی سے اپنی حقیقت اور معنی پائے۔ آپ ﷺ کا اسوۂ بنی آدم کے لیے نمونہ قرار پایا اور آپ ﷺ کے اخلاق پاکیزہ انسانیت کی نجات کی دستاویز ٹھہرے آپ ﷺ کے اخلاق کا حسن اور دلکشی ہر ایک کو اپنا گرویدہ کیے دیتی ہے۔ جن کی نورانیت کا ہالہ چہرہ اقدس پر یوں چھایا ہوا تھا کہ ایک یہودی عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے ہیں: عرفت انه ليس بوجه كذاب۔ میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ ہرگز نہیں۔ (البدایہ والنہایہ ص:۲۱۰، ج:۳، بحوالہ احمد، ابن ماجہ وترمذی وقال الترمذی صحیح)

درد دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیمبر معجزہ است

(مولانا رومی)

اور پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَأَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ حق کے ساتھ آئے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، ص:۲۱۰، ج:۳ بحوالہ بخاری)

غرض 'خَلق' 'خُلق' آپ ﷺ کی کون سی چیز دل کی طلبگار نہیں۔

از سر تا قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

انبیا علیہم السلام میں آپ ﷺ کی فضیلت وسیادت مسلم تھی:

انبیا علیہم السلام کو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نبوت کے بلند مقام پر فائز فرماتا ہے تو انہیں ان وہبی ملکات

وخصائص، کمالات ومزایا، فضائل خاصہ اور اخلاق عظیمہ سے نواز دیتا ہے جن کا کسی غیر نبی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء سید الرسل اور امام المرسلین تھے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام میں بھی آپ کی فضیلت وسیادت مسلم تھی اور آپ ﷺ کے کمالات وفضائل روشن اور سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

ان الله فضلني على الانبياء۔ (مشكوة ص:349 بحواله ترمذی)

''ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔''

نبی اپنی دعوت میں بے نفسی و بے لوثی، قربانی وجانثاری، انسانوں پر شفقت، اجر ومزد سے بالاتری، ہر خوف وخطر سے بے نیاز، دعوت کی حقانیت کے یقین، اعتماد علی اللہ، اخلاص وللّٰہیت وتوکل و ایثار اور دل سوزی وغیرہ کی معراج کمال پر ہوتا ہے۔

نگاہ بلند وسخن دلنواز وجاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

وہ مخلوق سے کسی معاوضہ وصلہ اور ستائش وانعام کا طالب نہیں ہوتا۔ اس کی نظر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ پر جمی رہتی ہے۔ اس سلسلے میں حضور انور ﷺ نے جو نمونہ پیش فرمایا، اس کی تفصیل کا یہ مختصر وقت متحمل نہیں۔ چند اشاروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضور انور ﷺ نے جس وقت اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ پورا مکہ دشمنی وایذا رسانی پر اتر آیا۔ خدا کی زمین آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے رفقاء پر تنگ کر دی گئی۔ کون سا ظلم وشقاوت، تکلیف واذیت تھی جو آپ ﷺ کو اس راہ میں نہ پہنچائی گئی ہو۔ قدم قدم پر قریش کی طرف سے رکاوٹیں تھیں، لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہر مصیبت واذیت کے علی الرغم رات دن دعوت میں مشغول تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ص:۸۸، ج:۲)

حرم پاک ہو یا کہ مکہ کی گلیاں، عکاظ وذوالمجاز کے میلے ہوں یا موسم حج میں موقف عرفات آپ ہر جگہ پہنچ کر مشقتیں اٹھاتے ہوئے دین کا پیغام پہنچاتے۔ ابتداء دعوت میں آپ کو جو تکالیف پہنچیں ان کا ادنیٰ سا اندازہ ذیل کے چند واقعات سے ہو سکتا ہے۔

طارق محاربی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

طارق محاربی رضی اللہ عنہ اپنے اسلام سے پہلے کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ اونچی آواز سے پکار رہے تھے:

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک آدمی پیچھے سے آ کر آپ کو پتھر مار رہا تھا اور اس نے آپ کے ٹخنے اور ایڑیاں مبارک لہولہان کر دی تھیں اور وہ شخص کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات نہ مانو (العیاذ باللہ) یہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ آدمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: بنی عبد المطلب کا ایک نوجوان ہے۔ دوسرے آدمی کے بارے میں پوچھا: یہ کون ہے؟ جو ان کے پیچھا کر رہا ہے اور پتھر مار رہا ہے۔ لوگوں نے کہا: یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ہے۔

(کنز العمال، ص: ۳۰۲، ج، ۶ بحوالہ ابن ابی شیبہ)

الحارث ابن الحارث رضی اللہ عنہ کی شہادت:

الحارث ابن الحارث الغامدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم منیٰ میں تھے کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ جماعت کون سی ہے۔ باپ نے کہا: یہ لوگ ایک صابئ (بددین) پر جمع ہوئے ہیں۔ (معاذ اللہ) ہم نے اونچے ہو کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس پر ایمان کی طرف بلا رہے تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا انکار کر رہے تھے اور آپ کو اذیتیں دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ دن کافی چڑھ گیا اور لوگ آپ سے چھٹ گئے تو ایک عورت روتی ہوئی آئی، وہ ایک پیالہ اٹھائے ہوئے تھی، جس میں پانی تھا۔ اس نے وہ پیالہ اور ایک رومال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پیا، وضو کیا، پھر اپنا سر اس کی طرف اٹھایا اور ارشاد فرمایا: اے میری بچی! اپنی گردن دوپٹہ سے ڈھانک اور اپنے باپ پر کسی غلبہ اور ذلت کا خوف نہ کر۔ ہم نے کہا: یہ عورت کون ہے، لوگوں نے کہا: یہ ان کی بیٹی زینب ہے۔ (کنز العمال، ص: ۳۰۲، ج: ۱، بحوالہ بخاری فی تاریخہ، معجم کبیر، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر)

منیب بن مدرکہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

منیب بن مدرکہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جاہلیت میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے تھے:

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو فلاح پاؤ گے۔

پس لوگوں میں سے کوئی آپ کے چہرۂ پاک پر (العیاذ باللہ) تھوک رہا تھا۔ کوئی مٹی پھینک رہا تھا اور کوئی گالیاں دے رہا تھا۔ پھر ایک لڑکی پانی لے کر آئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی سے کہا: اپنے باپ پر کسی ذلت کا خوف نہ کھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لڑکی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(کنز العمال، ص: ۳۰۳، ج: ۶ بحوالہ ابن عساکر)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اذیتیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں اس کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ہو سکتا ہے:

لقد اوذیت فی اللہ وما لم یؤذی احد۔ (احمد وابن ماجۃ وترمذی وقال حسن صحیح)

"ترجمہ: اللہ کے راستہ میں مجھے اتنی اذیت دی گئی ہے کہ کسی کو اتنی ایذا نہیں پہنچائی گئی۔

کیا ٹھکانا ہے اس عزم و ہمت کا کہ یہ سب کچھ سہہ کر بھی پائے استقلال میں ادنیٰ لغزش نہیں آئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں دعوت لے کر کھڑے ہوئے۔ حج کے موسم میں قبائل عرب میں سے ایک ایک قبیلہ پر اپنے کو پیش فرماتے تھے۔ لیکن کسی نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انصار کے اس قبیلہ کو لے آیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے دعوت کے قبول کرنے کی سعادت سے نوازا اور ان کے لئے یہ عزت و کرامت مقدر فرمائی۔ پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھکانا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر دے۔ (کنز العمال، ج: ۷، ص: ۱۳۴، بحوالہ البزار وجمع الفوائد، ج: ۲، ص: ۴۷)

امام احمدؒ نے قبائل عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی پیش کش کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

کان النبی ﷺ یعرض نفسه علی الناس بالموقف۔ فیقول: هل من رجل یحملنی الی قومه، فان قریشا قد منعونی ان ابلغ کلام ربی عز وجل۔

ترجمہ: نبی ﷺ موسم حج میں موقف میں اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کیا کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے کہ قریش میرے پروردگار کے پیغام پہنچانے میں میرے راستے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ (جمع الفوائد،ص:۷۰،ج:۲،البدایہ والنھایہ،ص:۷۶،ج:۳)

ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ آپ کی حالت دیکھ کر رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟ کہنے لگیں: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کسی حالت میں دیکھ رہی ہوں، مجاہدات سے آپ کا رنگ بدل گیا ہے، کپڑے پھٹ چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک کام کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور کوئی گھر یا خیمہ اون یا بال کا نہیں ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اسے اس میں عزت کے ساتھ یا مخالفین کو ذلت دے کر داخل کرے گا، یہاں تک کہ جہاں تک رات پہونچتی ہے یہ پہنچ جائے گا۔

(کنز العمال،ص:۶،ج:۱)

کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو جس طرح گوناگوں اور متواتر اذیتیں اور تکالیف پہنچاتے تھے، اس کی تفصیل کا وقت نہیں۔ یہ ظالم جس طرح نت نئے ستم ایجاد کرتے تھے اس کا اندازہ صرف ان چند واقعات سے کیجیے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی انور ﷺ کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی حرم میں بیٹھے ہوئے تھے اور گزشتہ دن اونٹ ذبح کیے گئے تھے۔ ابو جہل نے کہا: تم میں سے کون شخص ہے جو فلاں قبیلہ کے اونٹ کا اوجھ لائے اور اسے جب (حضرت محمد ﷺ) سجدہ میں جائیں تو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھے۔ پس قوم کا ایک بدبخت ترین آدمی روانہ ہوا اور وہ اوجھڑی اور اس کا گوبر اور خون لے آیا۔ پس جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان اس تمام غلاظت کو رکھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر سب نے ہنسنا شروع کیا اور ہنسی سے ایک دوسرے پر گر پڑتے تھے اور میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اگر مجھ میں قوت ہوتی تو اسے آپ کی پیٹ مبارک سے ہٹا دیتا، لیکن ایسا نہ کر سکا۔ نبی کریم ﷺ سجدہ میں پڑے رہے۔ آپ نے اس وقت تک سر نہ اٹھایا کہ ایک آدمی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انہیں خبر دی۔ وہ آئیں اور وہ اس وقت کم عمر

لڑکی تھیں۔ پس انہوں نے آپ ﷺ سے اس گندگی کو ہٹایا پھر ان ظالموں کی طرف متوجہ ہوئیں اور انہیں برا بھلا کہا۔ (دو روایتوں کا اکٹھا ترجمہ کیا گیا ہے)۔ (جمع الفوائد،ص:۶۲،ج:۲ بحوالہ بخاری ومسلم وترمذی)

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے قریش کو سوائے ایک دن کے نہیں دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کر لیا ہو۔ یہ لوگ کعبہ کے سائے میں بیٹھتے تھے اور حضور ﷺ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اس نے اپنی چادر حضور ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال دی اور اسے پوری قوت سے کھینچا، لوگوں نے چیخیں مارنا شروع کیں اور سمجھے کہ نبی انور ﷺ شہید ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ کو بازو مبارک سے پکڑا اور کفار سے کہنے لگے: کیا تم اس بنا پر ایک شخص کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اس پر کفار نے آپ کو چھوڑا۔

حضرت محمد ﷺ پیہم ان تکالیف و مصائب و آلام کو برداشت کرتے رہے لیکن پائے استقلال میں ادنی سی لغزش بھی نہ آئی۔ بلکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا جذبہ لطف و رحمت، نرمی اور ملاطفت عفو و درگزر بڑھتا ہی رہا۔ گالیاں سن کر دعائیں اور پتھر کھا کر پھول برساتے ہی رہے۔ یہی سبب ہے کہ زہر ملا پھل کھلانے والی یہودیہ سے بھی درگزر فرما دیا۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ پر ہر ظلم و ستم روا رکھا۔ مکہ کی زندگی میں شعب ابی طالب کی المناک محصوری پتھروں کی بارش، کانٹوں کا بچھایا جانا، فرق اقدس پر (العیاذ باللہ) خاک و گندگی تک ڈال دینا، سجدہ کی حالت میں اونٹ کی بچہ دانی لا کر سر پر ڈال دینا، ہر قسم کی ملاحیاں، غرض کون سا ستم نہ تھا جو یہ ظالم ایجاد نہ کرتے ہوں۔ اپنا مولد و منشاء اور اللہ تعالیٰ کا محبوب گھر ان کی وجہ سے چھوڑنا پڑا اور ہجرت کے بعد ایک دن چین کا سانس نہ لینے دیا گیا۔ لیکن رأفت و رحمت کا یہ عالم تھا کہ جب کوکبۂ نبوت اپنے پورے جلال و عظمت کے ساتھ فتح مکہ کے دن حرم میں داخل ہوتا ہے تو خون کے پیاسوں سے یہ کہہ کر درگزر کیا جاتا ہے کہ:

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

"ترجمہ: آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔" (کنز العمال،ص:۲۹۲،ج:۲)

اذھبوا انتم الطلقاء۔

جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔ (حیاۃ الصحابہ ص: ۱۵۴، ج: ۱)

سفر طائف کا دن رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا سخت ترین دن تھا۔ غیرت حق جوش میں آ کر اہل طائف کو ان کی گستاخی پر پہاڑوں کی چکی میں پیس کر رکھ دینا چاہتی تھی، لیکن رحمت مجسم ﷺ اپنی تکلیف کو بھول جاتے ہیں۔ اہل طائف کو ہلاکت سے یہ کہہ کر بچا دیتے ہیں کہ:

بل أرجو أن يخرج الله عزوجل من أصلابهم من يعبد الله عزوجل وحده ولا يشرك به شيئا۔

''میں ان کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔''

(بخاری ص: ۴۵۸، ج: ۱ مسلم وغیرہ)

احد میں خون میں نہا کر دانت شہید کروا کر زبان مبارک سے صرف یہی کلمات نکلے:

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

''ترجمہ: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں)۔''

ایک دفعہ چند لوگوں نے کفار کے ظلم سے تنگ آ کر درخواست کی کہ ان کے حق میں بددعا فرما دیجیے۔ جواباً فرمایا: میں دنیا کے لیے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مشکوۃ باب الاخلاص)

غرض ہر حال میں رأفت و رحمت کا دریا بہتا ہے اور صرف اس پر اکتفا نہیں فرمایا امت کی ہدایت کے لیے فرط شفقت و رحمت میں گھلتے رہے، دائم الاحزان ہونا آپ کی صفت بن گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو جس نے مبعوث فرمایا تھا' بار بار اس اندوہ و غم سے چھٹکارا دلانے کے لیے کہنا پڑا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔

(کہف، ۱۸:۶)

''ترجمہ: سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔ (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ آپ کی جان پر بن جائے)۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء، ۲۶:۳)

''ترجمہ: شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر (رنج کرتے کرتے) اپنی جان دے دیں گے۔''

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ (النحل، ۱۶:۱۲۷)

''اور ان پر غم نہ کیجیے۔''

آپ کا شفیق و رحیم قلب پاک برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص جہنم میں چلا جائے، رات دن یہی فکر تھا۔ ایک تمثیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی پس جب آگ نے اپنی چاروں طرف کی جگہ کو روشن کر دیا تو پتنگے اور وہ جانور جو آگ پر گرتے ہیں، اس آگ میں گرنے لگے۔ وہ آدمی انہیں بچاتا ہے اور یہ جانور اس پر غالب آتے ہیں۔ پس میں تمہاری پشتوں سے پکڑ کر تمہیں دوزخ کی آگ سے بچاتا ہوں اور تم زور کر کے اس میں گرتے ہو۔''

یہ بخاری کی روایت ہے مسلم نے بھی اس طرح کی روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے: پس میری اور تمہاری مثال ایسی ہی ہے، میں تمہاری پشتیں پکڑ کر تمہیں آگ سے بچاتا ہوں کہ آگ سے بچو، آؤ! آگ سے بچو۔ پس تم مجھ پر غالب آتے ہو اور جہنم میں مڈبھیڑ کر کے گرتے ہو۔

(مشکوۃ ص: ۳۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

ایک دوسری مختصر روایت میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کی ہے:

لیس منکم رجل الا انا اٰخذ بعجزتہ ان یقع فی النار۔

(کنز العمال ص: ۱۰۲، ج: ۶)

''ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص بھی نہیں جس کو میں نے آگ میں گرنے سے بچانے کے لئے کمر سے نہ پکڑ رکھا ہو۔''

اس غم کا ایک دوسرے واقعہ سے اندازہ کیجیے:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی انور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول:

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (ابراھیم، ۱۴:۳۶)

”ترجمہ: اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص اس بات میں میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت اور کثیر الرحمۃ ہیں۔“

اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول (قرآن میں):

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(المائدہ، ۵:۱۱۸)

”ترجمہ: اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔“

تلاوت فرمایا، پھر اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور فرمایا:

اللّٰھم امتی اللّٰھم امتی۔

”ترجمہ: اے اللہ میری امت، اے اللہ میری امت“ اور رو پڑے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جب جبرئیل سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، باوجود اس کے کہ تیرا پروردگار سب کچھ جاننے والا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کہ کون سی بات نے تجھے رلا دیا۔ پس جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اور اس بات کی خبر دی جو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو دوبارہ یہ پیغام دے کر بھیجا:

انا سنرضیك فی امتك ولا نسؤك۔

”ترجمہ: ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کریں گے۔ آپ کو غمگین نہیں رہنے دیں گے۔“ (جمع الفوائد، ص: ۴۴۱، ج: ۲ بحوالہ ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے ایمان لانے سے جو خوشی ہوتی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک یہودی لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لیے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے کہا کہ اسلام لے آ۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا۔ باپ نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لے۔ اس پر اس نے اسلام

قبول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور خوشی سے فرما رہے تھے:

الحمد للہ الذی انقذہ من النار۔ (بخاری کتاب الجنائز)

”ترجمہ: سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے اسے (یہودی بچے کو) آگ سے نجات دلائی۔“

نسائی نے اس روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ لڑکے نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

”ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

ابوداؤد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکر کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں:

الحمد للہ الذی انقذہ بی من النار۔

”ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اسے میرے ذریعہ دوزخ کی آگ سے نجات دلائی۔“ (فتح الباری، ص: ۱۷۲، ج: ۳)

واقعات کی داستانی بات کو دراز کیے دیتی ہے:

یزیدك وجھہ حسنا اذا ما زدتہ نظرا

ترجمہ: اس کے چہرے کو جس قدر زیادہ دیکھے گا، اس کا چہرہ تیرا ہی حسن بڑھائے گا۔

بندہ کے مضمون کا عنوان دعوتی اخلاق ہے، اس لیے اصول دعوت کے بارے میں بات نہیں کر پایا، تاہم اپنی بات اصول دعوت کے ایک موجز آیت پر ختم کرتا ہوں، کہ تبلیغ کے اصول و فروع کی جان:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ (النحل:125)

”ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں (حکمت) اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور اگر آن پڑے تو ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے (کہ اس میں شدت وخشونت نہ ہو) آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“

بیان باوجود طوالت کے تشنہ رہا اور کئی پہلو رہ گئے۔ تاہم جو کچھ ہوا اس کے فضل سے ہوا۔

شمس تبریزی چہ داند نعت گاہی ہائے تو
مصطفیٰ و مجتبیٰ و سید اعلیٰ توئی

اس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے اپنی بات کے ضمیمہ کے طور پر علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق اور معنوی اعجاز کے بارے میں ایک چھوٹا اور دل کش مضمون پیش کرتا ہوں کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ یہ مضمون علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی کتاب ردعلی النصاریٰ سے نقل کیا ہے۔ اس لئے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے تمہیدی الفاظ بھی مفید رہیں گے۔

ومن الدلائل المعنوية أخلاقه عليه السلام الطاهرة، وخلقه الكامل، وشجاعته وحلمه و كرمه وزهده وقناعته وإيثاره وجميل صحبته، وصدقه وأمانته، وتقواه وعبادته، و كرم أصله، وطيب مولده ومنشئه ومرباه كما قدمناه مبسوطا في مواضعه، وما أحسن ما ذكره شيخنا العلامة أبو العباس بن تيمية رحمه الله في كتابه الذي رد فيه على فرق النصارى واليهود وما أشبههم من أهل الكتاب وغيرهم، فإنه ذكر في آخره دلائل النبوة، وسلك فيها مسالك حسنة صحيحة منتجة بكلام بليغ يخضع له كل من تأمله وفهمه، قال في آخر هذا الكتاب المذكور:

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی نشانیوں (معجزات و کمالات) میں سے آپ کے پاکیزہ اخلاق، آپ کی کامل خلقت، آپ کی شجاعت و بردباری، سخاوت و زہد و قناعت، ایثار و حسن مجالست اور آپ کی راست بازی و امانت داری، تقویٰ اور عبادت گذاری، آپ کی شرافت نسل، پیدائش و نشونما ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مفصل اپنی جگہ پر بیان کر دیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے نصاریٰ، یہود اور ان جیسے اہل کتاب کے فرقوں کے رد میں لکھی ہے، ان چیزوں کو بہت ہی خوب بیان کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کتاب کے آخر میں نبوت کی نشانیاں بیان کی ہیں اور اس میں انہوں نے ایک بلیغ انداز میں بہت اچھا، صحیح اور مدلل طرز اختیار کیا ہے۔ جس سے ہر وہ شخص متاثر ہوتا ہے جو اس میں غور کرے اور اسے سمجھے کتاب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں:

فصل: و سيرة الرسول ﷺ وأخلاقه وأقواله وأفعاله من آياته، أي من دلائل نبوته و أخلاقه و أقواله و أفعاله من آياته، أي من دلائل نبوته.

قال: و شريعته من آياته، و أمته من آياته، و علم أمته من آياته، ودينهم من آياته، و كرامات صالحي أمته من آياته، وذالك يظهر بتدبر سيرته من حين ولد إلى أن بعث، ومن حين بعث إلى أن مات، وتدبر نسبه وبلده وأصله وفصله، فإنه كان من أشرف أهل الأرض نسبا من صميم سلالة إبراهيم، الذي جعل الله في ذريته النبوة والكتاب ، فلم يأت بعد إبراهيم نبي إلا من ذريته، وجعل الله له ابنين: إسماعيل وإسحاق، وذكر في التوراة هذا وهذا، وبشر في التوراة بما يكون من ولد إسماعيل، ولم يكن من ولد إسماعيل من ظهر فيه ما بشرت به النبوات غيره، ودعا إبراهيم لذرية إسماعيل بأن يبعث الله فيهم رسولا منهم.

ثم الرسول ﷺ من قريش صفوة بني إبراهيم، ثم من بني هاشم صفوة قريش، ومن مكة أم القرىٰ وبلد البيت الذي بناه إبراهيم ودعا الناس إلى حجه، ولم يزل محجوجا من عهد إبراهيم، مذكورا في كتب الأنبياء بأحسن وصف.

وكان ﷺ من أكمل الناس تربية ونشأة، لم يزل معروفا بالصدق والبر ومكارم الأخلاق والعدل وترك الفواحش والظلم وكل وصف مذموم، مشهودا له بذلك عند جميع من يعرفه قبل النبوة، ومن آمن به ومن كفر بعد النبوة، ولا يعرف له شئ يعاب به لا في أقواله ولا في أفعاله ولا في أخلاقه، ولا جرب عليه كذبة قط، ولا ظلم ولا فاحشة، وقد كان ﷺ خلقه و صورته من أحسن الصور وأتمها و أجمعها للمحاسن الدالة على كماله، و كان أميا من قوم أميين لا يعرف هو ولا هم ما يعرفه أهل الكتاب من التوراة و الإنجيل، ولم يقرأ شيئا من علوم الناس، ولا جالس أهلها، و لم يدع نبوة إلى أن أكمل الله له أربعين سنة، فأتى بأمر هو أعجب الأمور و أعظمها ، و بكلام لم يسمع الأولون والآخرون بنظيره ، و أخبر بأمر لم يكن في بلده و قومه من يعرف مثله، ثم اتبعه أتباع الأنبياء و هم ضعفاء الناس، و كذبه أهل الرياسة و عادوه ، وسعوا في هلاكه وهلاك

من اتبعه بكل طريق ،ما كان الكفار يفعلون بالأنبياء وأتباعهم، و الذين اتبعوه لم يتبعوه لرغبة ولا لرهبة فإنه لم يكن عنده مال يعطيهم، ولا جهات يوليهم إياها، ولا كان له سيف، بل كان السيف و الجاه والمال مع أعداءه وقد آذوا أتباعه بأنواع الأذى وهم صابرون محتسبون لا يرتدون عن دينهم، لما خالط قلوبهم من حلاوة الإيمان والمعرفة، وكانت مكة يحجها العرب من عهد إبراهيم فيجتمع فى الموسم قبائل العرب فيخرج إليهم يبلغهم الرسالة، ويدعوهم إلى الله صابرا على ما يلقاه من تكذيب المكذب، وجفاء الجافى، وإعراض المعرض، إلى أن اجتمع بأهل يثرب وكانوا جيران اليهود، وقد سمعوا أخباره منهم و عرفوه فلما دعاهم علموا أنه النبى المنتظر الذى يخبرهم به اليهود، وكانوا سمعوا من أخباره أيضا ما عرفوا به مكانته فإن أمره كان قد انتشر وظهر فى بضع عشرة سنة.فآمنوا به وبايعوه على هجرته، وهجرة أصحابه إلى بلدهم،و على الجهاد معه، فهاجر هو ومن اتبعه إلى المدينة، وبها المهاجرون والأنصار ليس فيهم من آمن برغبة دنيوية، ولا برهبة إلا قليلا من الأنصار أسلموا فى الظاهر ثم حسن إسلام بعضهم، ثم أذن له فى الجهاد، ثم أمر به، ولم يزل قائما بأمر الله على أكمل طريقة وأتمها، من الصدق والعدل والوفاء.لا يحفظ له كذبة واحدة، ولا ظلم لأحد، ولا غدر بأحد، بل كان أصدق الناس وأعدلهم وأوفاهم بالعهد مع اختلاف الأحوال، من حرب وسلم، وأمن وخوف، وغنى وفقر، وقدرة وعجز، وتمكن وضعف، وقلة و كثرة، وظهور على العدو تارة، وظهور العدو تارة، وهو على ذلك كله لازم لأكمل الطرق وأتمها، حتى ظهرت الدعوة فى جميع أرض العرب التى كانت مملوءة من عبادة الأوثان، ومن أخبار الكهان، وطاعة المخلوق فى الكفر بالخالق، وسفك الدماء المحرمة، وقطيعة الأرحام، لايعرفون آخرة ولامعادا، فصاروا أعلم أهل الأرض وأدينهم وأعدلهم وأفضلهم، حتى إن النصارى لما رأوهم حين قدموا الشام قالوا: ما كان

الذين صحبوا المسيح أفضل من هؤلاء.

وهذه آثار علمهم وعملهم فى الأرض وآثار غيرهم تعرف العقلاء فرق ما بين الأمرين.

وهو ﷺ مع ظهور أمره، وطاعة الخلق له، وتقديمهم له على الأنفس و الأموال، مات ولم يخلف درهما ولا دينارا، ولا شاة ولا بعيرا، إلا بغلته وسلاحه ودرعه مرهونة عند يهودى على ثلاثين وسقا من شعير ابتاعها لأهله، وكان بيده عقار ينفق منه على أهله، والباقى يصرفه فى مصالح المسلمين، فحكم بأنه لا يورث ولا يأخذ ورثته شيئا من ذلك وهو فى كل وقت يظهر من عجائب الآيات وفنون الكرامات ما يطول وصفه، ويخبرهم بما كان وما يكون، ويأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر، ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث، ويشرع الشريعة شيئا بعد شئ، حتى أكمل الله دينه الذى بعثه به، وجاءت شريعته أكمل شريعة، لم يبق معروف تعرف العقول أنه معروف إلا أمر به، ولا منكر تعرف العقول أنه منكر إلا نهى عنه، لم يأمر بشئ فقيل: ليته لم يأمر به، ولا نهى عن شئ فقيل: ليته لم ينه عنه، وأحل لهم الطيبات لم يحرم منها شيئا كما حرم فى شريعة غيره، وحرم الخبائث لم يحل منها شيئا كما استحل غيره، وجمع محاسن ما عليه الأمم، فلا يذكر فى التوراة والإنجيل والزبور نوع من الخبر عن الله وعن الملائكة وعن اليوم الآخر إلا وقد جاء به على أكمل وجه، وأخبر بأشياء ليست فى الكتب وليس فى الكتب إيجاب العدل وقضاء بفضل وندب إلى الفضائل وترغيب فى الحسنات إلا وقد جاء به وبما هو أحسن منه، وإذا نظر اللبيب فى العبادات التى شرعها وعبادات غيره من الأمم ظهر له فضلها ورجحانها، وكذلك فى الحدود والأحكام وسائر الشرائع، وأمته أكمل الأمم فى كل فضيلة، وإذا قيس علمهم بعلم سائر الأمم ظهر فضل علمهم، وإن قيس دينهم و عبادتهم و طاعتهم لله بغيرهم ظهر أنهم أدين من غيرهم، وإذا قيس

شجاعتهم وجهادهم فی سبیل الله وصبرهم علی المکاره فی ذات الله، ظهر أنهم أعظم جهادا وأشجع قلوبا، وإذا قیس سخاؤهم وبرهم وسماحة أنفسهم بغیرهم، ظهر أنهم أسخی وأکرم من غیرهم. وهذه الفضائل به نالوها، ومنه تعلموها، وهو الذی أمرهم بها، لم یکونوا قبلا متبعین لکتاب جاء هو بتکمیله کما جاء المسیح بتکمیل شریعة التوراة، فکانت فضائل أتباع المسیح وعلومهم بعضها من التوراة، وبعضها من الزبور، وبعضها من النبوات، وبعضها من المسیح وبعضها ممن بعده من الحواریین ومن بعض الحواریین، وقد استعانوا بکلام الفلاسفة وغیرهم حتی أدخلوا - لما غیروا من دین المسیح - فی دین المسیح أمورا من أمور الکفار المتناقضة لدین المسیح.

وأما أمة محمد ﷺ فلم یکونوا قبله یقرؤن کتابا، بل عامتهم ما آمنوا بموسی وعیسی وداؤد والتوراة والإنجیل والزبور إلا من جهته، وهو الذی أمرهم أن یؤمنوا بجمیع الأنبیاء، ویقروا بجمیع الکتب المنزلة من عند الله، ونهاهم عن أن یفرقوا بین أحد من الرسل، فقال تعالی فی الکتاب الذی جاء به:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (البقرة:136،137) وقال تعالی: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ. لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ. (البقرة:285،286)

وأمته علیه السلام لا یستحلون أن یوجدوا شیئا من الدین غیر ما جاء به، ولا یبتدعون بدعة ما أنزل الله بها من سلطان، ولا یشرعون من الدین ما لم

یأذن به الله، لکن ما قصه علیهم من أخبار الأنبیاء وأممهم.

اعتبروا به، وما حدثهم أهل الکتاب موافقا لما عندهم صدقوه، وما لم یعلم صدقه ولا کذبه أمسکوا عنه، وما عرفوا بأنه باطل کذبوه، ومن أدخل فی الدین ما لیس منه من أقوال متفلسفة الهند والفرس والیونان أو غیرهم، کان عندهم من أهل الإلحاد والابتداع.

وهذا هو الدین الذی کان علیه أصحاب رسول الله ﷺ و التابعون، وهو الذی علیه أئمة الدین الذین لهم فی الأمة لسان صدق، وعلیه جماعة المسلمین وعامتهم، ومن خرج عن ذلك کان مذموما مدحورا عند الجماعة، وهو مذهب أهل السنة والجماعة، الظاهرین إلی قیام الساعة. والذین قال فیهم رسول الله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتی تقوم الساعة" و قد یتنازع بعض المسلمین مع اتفاقهم علی هذا الأصل الذی هو دین الرسل عموما، ودین محمد ﷺ خصوصا، ومن خالف فی هذا الأصل کان عندهم ملحدا مذموما، لیسوا کالنصاری الذین ابتدعوا دینا قام به أکابر علماءهم وعبادهم وقاتل علیه ملوکهم، ودان به جمهورهم، وهو دین مبتدع لیس هو دین المسیح، ولا دین غیره من الأنبیاء، والله سبحانه أرسل رسله بالعلم النافع، والعمل الصالح، فمن اتبع الرسل حصل له سعادة الدنیا والآخرة، وإنما دخل فی البدع من قصر فی اتباع الأنبیاء علما وعملا ولما بعث الله محمدا صلی الله علیه وسلم بالهدی ودین الحق تلقی ذلك عنه المسلمون من أمته.

فکل علم نافع وعمل صالح علیه أمة محمد صلی الله علیه وسلم أخذوه من نبیهم، کما ظهر لکل عاقل: أن أمته أکمل الأمم فی جمیع الفضائل العلمیة والعملیة، ومعلوم أن کل کمال فی الفرع المتعلم هو من الأصل المعلم، وهذا یقتضی أنه کان أکمل الناس علما ودینا، وهذه الأمور توجب العلم الضروری بأنه کان صادقا فی قوله:

{إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا} [الأعراف: 158]

لم يكن كاذبا مفتريا، فإن هذا القول لا يقوله إلا من هو من خيار الناس وأكملهم إن كان صادقا، أو هو من شر الناس وأخبثهم إن كان كاذبا.

وما ذكر من كمال علمه ودينه، يناقض الشر والخبث والجهل، فتعين أنه متصف بغاية الكمال في العلم والدين، وهذا يستلزم أنه كان صادقا في قوله: {إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ} [الأعراف: 158]

لأن الذي لم يكن صادقا: إما أن يكون متعمدا للكذب، أو مخطئا، والأول: يوجب أنه كان ظالما غاويا، والثاني: يقتضي أنه كان جاهلا ضالا، وكمال علمه ينافي جهله، وكمال دينه ينافي تعمد الكذب. فالعلم بصفاته يستلزم العلم بأنه لم يكن متعمدا للكذب، ولم يكن جاهلا يكذب بلا علم، وإذا انتفى هذا وذاك تعين أنه كان صادقا عالما بأنه صادق؛ ولهذا نزهه الله عن هذين الأمرين بقوله تعالى:

{وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى - مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى - وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى} [النجم: 1-4].

وَقَالَ تَعَالَى عَنِ الْمَلَكِ الَّذِي جَاءَ بِهِ:

{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ - مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ} [التكوير: 19-21].

ثُمَّ قَالَ عَنْهُ:

{وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ - وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ - وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ} [التكوير: 22-24]

{وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ - فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ - إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ} [التكوير: 25-27].

وَقَالَ تَعَالَى: {وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ - نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ - عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ - بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ} [الشعراء: 192-195].

إِلَى قَوْلِهِ:

{هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ - تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ - يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ} [الشعراء: 221-223]

بين سبحانه أن الشيطان إنما ينزل على من يناسبه ليحصل به غرضه، فإن الشيطان يقصد الشر: وهو الكذب والفجور، ولا يقصد الصدق والعدل، فلا يقترن إلا بمن فيه كذب، إما عمدا وإما خطأ، فإن الخطأ في الدين هو من الشيطان أيضا، كما قال ابن مسعود - لما سئل عن مسألة -: "أقول فيها برأيي، فإن يكن صوابا فمن الله، وإن يكن خطأ فمني ومن الشيطان، والله ورسوله بريئان منه".

فالرسول بريء من تنزل الشيطان عليه في العمد والخطأ، بخلاف غير الرسول، فإنه قد يخطئ، ويكون خطؤه من الشيطان، وإن كان خطؤه مغفورا له، فإذا لم يعرف له خبر أخبر به كان فيه مخطئا، ولا أمر أمر به كان فيه فاجرا، علم أن الشيطان لم ينزل عليه، وإنما ينزل عليه ملك كريم؛ ولهذا قال في الآية الأخرى عن النبي:

{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ - قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ - وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ - قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ - تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [الحاقة: 40-43]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی سیرت، اخلاق و اقوال و افعال آپ کی نشانیوں و معجزات میں سے ہیں۔ یعنی یہ سب آپ کی نبوت کی نشانیاں و دلائل ہیں۔ آپ کی شریعت آپ کی نشانی (یعنی دلیل نبوت)، آپ کی امت آپ کی نشانی ہے، آپ کی امت کا علم آپ کی نشانی ہے۔ ان کا (یعنی امت کا) دین آپ کی نشانی ہے، آپ کی امت کے نیک لوگوں کی کرامتیں آپ کی نشانی ہے اور یہ بات (حقیقت) آپ کی زمانہ ولادت سے لے کر بعثت تک، اور بعثت سے لے کر وفات کی زندگی و سیرت میں غور کرنے اور آپ کے نسب و شہر اور اصل و نسل میں تدبر کرنے سے کھلتی ہے۔ آپ ﷺ اہل امین میں نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ شریف، حضرت ابرہیم علیہ السلام کی خالص نسل سے تھے۔ جن کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و کتاب کے لیے مختص کر دیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آیا جو آپ کی نسل سے نہ ہو۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام دیئے اور تورات میں ان کا ذکر کیا گیا ہے اور تورات میں اولاد اسماعیل میں سے ہونے والے پیغمبر کی بشارت دی گئی اولاد اسماعیل میں آپ ﷺ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہوا کہ جس میں نبوت کی وہ باتیں ظاہر ہوئی ہوں جن کی بشارت انبیاء نے دی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد اسماعیل کے واسطے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول مبعوث فرمائے۔ پس رسول اکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اولاد قریش میں سے ہیں۔ پھر قریش کے بہترین قبیلے بنی ہاشم میں سے ہیں۔ اور آپ ﷺ مکہ ام القریٰ اور اس گھر کے شہر سے تعلق رکھتے ہیں، جسے ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور لوگوں کو اس کی زیارت (حج) کے لیے بلایا تھا اور جس کی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے زمانے سے زیارت کی جاتی ہے۔ جس کا ذکر کتب انبیاء میں اچھے وصف کے ساتھ کیا گیا۔

آنحضرت ﷺ تربیت ونشوونما کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔ آپ کی راست بازی ونیکی، مکارم اخلاق وعدل میں مشہور اور فواحش وظلم اور ہر برے وصف کی چھوڑنے میں معروف تھے اور اس کی گواہی وہ تمام لوگ دیتے ہیں جو آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے جانتے تھے۔ خواہ وہ نبوت کے بعد آپ پر ایمان لائے ہوں یا نہیں لائے۔ آپ ﷺ کی ذات میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے آپ کی عیب جوئی ہو سکے۔ نہ اقوال وافعال میں اور نہ اخلاق میں اور نہ کبھی جھوٹ آپ سے صادر ہوا اور نہ کوئی ظلم اور گناہ۔ اور آپ ﷺ کی صورت سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے زیادہ کامل اور آپ کے کمالات پر دلالت کرنے والے محاسن کی سب سے زیادہ جامع تھی۔ اور آپ ﷺ امیوں کی قوم میں سے ایک امی شخص تھے۔ جو کچھ اہل کتاب توراۃ وانجیل میں سے جانتے تھے، وہ نہ آپ ﷺ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے علوم میں سے کچھ پڑھا اور نہ اہل علم کی صحبت اختیار کی۔ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ اس وقت تک نہیں کیا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر چالیس سال تک نہیں پہنچائی۔ پس آپ ﷺ نے ایک ایسی چیز پیش فرمائی جو سب امور

میں سب سے زیادہ عجیب اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔ اور آپ نے ایک ایسا کلام پیش کیا جس کی نظیر نہ پہلوں نے سنی تھی اور نہ پچھلوں نے۔ اور آپ نے ایک ایسے امر کی خبر دی جسے آپ کی قوم اور آپ کے شہر میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر نبیوں کی پیروی کرنے والوں نے آپ کی پیروی کی، جو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ ضعیف لوگ تھے۔ اہل ریاست نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کے ساتھ دشمنی کرنے لگے۔ آپ کی اور آپ کے پیروکاروں کو ہلاک کرنے کی ہر طریقے سے کوشش کرنے لگے۔ جیسا کہ کفار انبیاء اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی تو انہوں نے دنیاوی لالچ یا ڈر کی وجہ سے پیروی نہیں کی۔ کیوں کہ نہ آپ کے پاس مال تھا کہ ان لوگوں کو دے دیتے اور نہ آپ کے پاس علاقے تھے کہ ان کو ان کے حاکم مقرر فرماتے، اور نہ آپ کے پاس تلوار تھی، بلکہ تلوار، جاہ و مال آپ کے دشمنوں کے پاس تھی۔ اور دشمنوں نے آپ کے پیروکاروں کو ہر قسم کی اذیتیں دیں۔ اور وہ ان پر ثواب کا یقین کرتے ہوئے صابر تھے، اور اپنے دین سے واپس نہیں ہوئے تھے۔ کیوں کہ ایمان اور معرفت کی حلاوت ان کے دلوں میں سموگئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد ہی سے عرب مکہ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ عرب کے قبائل حج کے موسم میں مکہ مکرمہ جمع ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس پہنچ کر پیغام الٰہی کی تبلیغ فرماتے اور ان کو اللہ کی طرف بلاتے۔ اور جھٹلانے والے کے جھٹلانے، ظلم کرنے والے کے ظلم اور روگردانی کرنے والے کی روگردانی پر صبر فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی ملاقات اہل یثرب سے ہوئی جو کہ یہودیوں کے ہمسایہ تھے اور انہوں نے ان یہود سے آپ کی باتیں سنی تھیں اور آپ کو جانتے تھے پس جب آپ ﷺ نے ان کو دعوت دی، تو جان گئے کہ یہی نبی منتظر ہیں جن کی اطلاع یہود نے ان کو دی تھی اور انہوں نے آپ کے بارے میں ایسی باتیں سنی تھیں جن کے ذریعے وہ آپ ﷺ کا مقام معلوم کر سکتے تھے۔ کیوں کہ تقریباً دس سال کے اندر اندر آپ کی باتیں پھیل چکی تھیں۔ پس وہ اہل یثرب آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ سے اور آپ کے صحابہ سے اپنے شہر کی طرف ہجرت کرنے اور آپ کی معیت میں جہاد کرنے کی

بیعت کی۔ پس آپ نے اور آپ کے پیروکاروں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس شہر میں مہاجرین اور انصار ہی تھے کہ جن میں ایسا کوئی نہیں تھا جو دنیاوی لالچ کی وجہ سے ایمان لایا ہو اور یا خوف سے ایمان لایا ہو صرف انصار میں سے گنتی کے چند لوگ جو ظاہر میں مسلمان ہوئے اور بعد میں اچھے مسلمان ہو گئے۔ بعد میں آپ کو جہاد کی اجازت ہو گئی۔ پھر اس کا حکم دیا گیا۔ آپ ہمیشہ کامل اور مکمل ترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر پر جمے رہے اور راست بازی وعدل اور وفاداری پر قائم رہے آپ کی زندگی میں ایک بار جھوٹ یا کسی پر ظلم یا کسی کو دھوکہ دینے کا ایک واقعہ بھی ثابت نہیں۔ بلکہ آپ ﷺ صلح و جنگ، امن و خوف، فقر وتونگری، طاقت و کمزوری، غلبہ و ضعف، قلت و کثرت اور کبھی دشمن پر غلبہ پانے اور کبھی دشمن کے غالب آنے کے مختلف احوال میں سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ عدل کرنے والے اور سب سے زیادہ وعدے کو پورا کرنے والے تھے اور آپ ان صفات وسچائی، ایفائے عہد وغیرہ ان سب پر سب سے زیادہ کامل و مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ دعوت کا کام اس تمام سرزمین عرب پر پھیل گیا جو بتوں کی پرستش سے، کاہنوں کی پیشگوئیوں سے خالق کا انکار کر کے، مخلوق کی اطاعت کرنے سے، معز زخون کے بہانے سے، قطع رحمی جیسے جرائم سے بھری پڑی تھی اور اس کے باشندے نہ آخرت کو جانتے تھے اور نہ معاد کو، پس یہی لوگ اہل زمین میں سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ دین کے پابند، سب سے زیادہ انصاف کرنے والے اور سب سے زیادہ افضل بن گئے۔ یہاں تک کہ جب یہ ملک شام میں گئے اور نصاریٰ نے ان کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھی ان سے بہتر نہیں تھے۔

روئے زمین میں ان کے علم و عمل کے آثار بھی موجود ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے بھی باقی ہیں جن میں عقل رکھنے والے بخوبی فرق کر سکتے ہیں۔ جس وقت آپ نے رحلت فرمائی، گو اس وقت آپ صاحب غلبہ واقتدار تھے۔ لوگ آپ کی اطاعت کرتے تھے اور اپنا مال وجان آپ پر نثار کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ان تمام باتوں کے باجود نہ تو کوئی درھم و دینار چھوڑے، سوائے ایک خچر، ہتھیار اور زرہ کے جو ایک یہودی کے ہاں تیس وسق جو کے

بدلے میں گروی تھی جو کہ آپ نے اپنی اہل کے لیے خریدے تھے۔ قبضہ میں کچھ زمین تھی جس سے کچھ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور باقی کو مسلمانوں کے مصالح میں خرچ فرماتے تھے۔ پس آپ نے فیصلہ فرمایا کہ وہ زمین نہ میراث کے طور پر تقسیم ہوگی اور نہ آپ کے وارث اس میں سے کچھ لے سکیں گے۔ اور آپ ﷺ سے ہر وقت عجیب عجیب معجزات اور کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ جس کا بیان کرنا باعث طوالت ہے۔ اور آپ ان لوگوں کو گذشتہ اور آئندہ واقعات کے بارے میں خبر دیتے تھے اور آپ ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے اور بری باتوں سے منع فرماتے تھے۔ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے تھے۔ اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے تھے۔ اور آپ شریعت کے احکام کو تدریجاً بیان فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مکمل فرما دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا، آپ کی شریعت کامل ترین شریعت ہے۔ کوئی ایسی نیکی نہیں رہی جسے کہ عقل سمجھے اور آپ نے اس کا حکم نہ کیا ہو۔ اور نہ کوئی ایسی برائی رہی جسے عقل سمجھے کہ یہ برائی ہے اور آپ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ آپ ﷺ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ کاش اس کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور نہ کسی ایسی بات سے روکا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ کاش اس بات سے نہ روکا جاتا۔ آپ نے ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمایا ان میں سے کوئی ایسی چیز حرام نہیں کی جیسے کہ دوسرے مذہب میں حرام کی گئی ہو۔ اور ناپاک چیزوں (خبائث) کو حرام کیا اور ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جسے کسی دوسرے مذہب نے حلال کیا ہو۔ اور آپ ﷺ نے ایسے محاسن کو جمع فرمایا جن پر امتیں متفق تھیں۔ پس تورات، زبور، انجیل میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور آخرت کے بارے میں کسی قسم کی ایسی خبر نہیں جسے آپ ﷺ نے کامل ترین طریقے پر بیان نہ فرمایا ہو۔ آپ نے ایسی چیزوں کی خبر دی جو کتابوں میں نہیں، کتابوں میں انصاف وعدل، انصاف سے فیصلہ کرنے، فضائل کی طرف لے چلنے اور حسنات کی ترغیب دینے کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں جو آپ نے بیان نہ فرمائی ہو۔ بلکہ اس سے بہتر چیز ارشاد فرمائی، جب ایک عقلمند ان عبادات کو دیکھے جو آپ لے

کر آئے ہیں، اور دوسری امتوں کی عبادات کو دیکھے تو اس پر آپ والی عبادات کی افضلیت اور حسن ظاہر ہو جائے گا۔

یہی حال حدود، احکام اور تمام قوانین کا ہے۔ آپ کی امت ہر فضیلت میں کامل ترین امت ہے۔ جب آپ کی امت کے علم کا دوسری تمام امتوں کے علم کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو آپ کی امت کے علم کی افضلیت ظاہر ہو جائے گی۔ جب آپ ﷺ کی امت کے دین، عبادات اور اطاعت الٰہی کا دوسری امتوں کے ان اعمال کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کے امتی سب سے زیادہ دین کے پابند ہیں اور جب آپ کے امتیوں کی شجاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے لیے مشقتوں پر صبر کرنے کا دوسروں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جہاد کے لحاظ سے سب سے بڑھے ہوئے اور دلوں کے لحاظ سے زیادہ بہادر ہیں اور جب آپ کے امتیوں کی سخاوت، نیکی اور لطف و کرم کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ سب سے زیادہ سخی (سخاوت کرنے والے) اور سب سے زیادہ داد و دہش کرنے والے ہیں۔ یہ فضائل انہوں نے آپ ﷺ ہی سے پائے تھے۔ اور آپ ہی سے سیکھے تھے آپ ہی نے ان کو ان باتوں کا حکم دیا تھا۔ یہ لوگ آپ ﷺ سے پہلے کسی ایسی کتاب کے پیروکار نہیں تھے جس کی آپ نے تکمیل فرمائی۔ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام تورات کی شریعت کی تکمیل کے لیے تشریف لائے تھے پس حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کے فضائل اور علوم بعض تورات میں سے تھے اور بعض زبور میں سے، بعض دیگر نبوتوں میں سے تھے اور بعض ان کے حواریوں کی طرف سے۔ انہوں نے فلسفیوں وغیرہ کے کلام سے مدد لی۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین میں تبدیلی کی تو اس میں کفار کے ایسے امور کو داخل کیا جو دین مسیح کے ضد تھے۔ لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام آپ سے قبل کسی کتاب کو نہیں پڑھتی تھی بلکہ ان میں سے اکثر آپ ہی کے واسطے سے ہی موسیٰ، عیسیٰ، داؤد علیہم السلام اور تورات، انجیل اور زبور پر ایمان لائے۔ آپ ہی نے ان کو (اپنے امتیوں کو) حکم دیا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی

تمام کتابوں کا اقرار کریں۔ اور آپ ﷺ نے ان کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ رسولوں میں سے کسی رسول کے درمیان فرق کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جسے آپ ﷺ لے کر آئے فرمایا: مسلمانو! کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس حکم و معجزہ پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا۔ اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم اہل اسلام ایمان لائے ہو تب تو وہ راہ حق پر لگ جاویں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو ہمیشہ سے برسر مخالف ہی ہیں۔ تو سمجھ لو کہ تمہاری طرف سے عنقریب ہی نپٹ لیں گے اللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہو اور مؤمنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے سب پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔ اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو ارادہ سے کرے۔ اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔

آپ ﷺ کی امت دین میں کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا حلال نہیں سمجھتی جو آپ لے کر نہ آئے ہوں اور کسی ایسی بدعت کو نہیں کرتے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہ اتاری ہو۔ اور کوئی ایسا دین اختیار نہیں کرتے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہ دی ہو لیکن انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے جو قصے بیان ہوئے ان سے آپ کی امتیوں نے عبرت حاصل کی اور اہل

کتاب نے جو کچھ ایسا بیان کیا جو اس کے مطابق تھا جو ان کے پاس موجود ہے تو اس کی تصدیق کی۔ اور جس کا سچا جھوٹا ہونا نہیں سمجھے تو اس سے رک گئے اور جس چیز کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ یہ باطل ہے تو اس کو جھٹلایا اور جو شخص ہندوستان، فارس، یونان وغیرہ کے فلسفیوں کی ایسی باتوں کو دین میں داخل کرے جو دین میں سے نہ ہوں تو وہ ان کے نزدیک اہل الحاد اور اہل بدعت میں سے ہے۔ یہی وہ دین ہے جس پر آپ ﷺ کے اصحاب اور تابعین قائم تھے اور یہی وہ دین ہے کہ جس پر وہ ائمہ دین ہیں جن کی خیر اور سچائی پر امت رطب اللسان ہے اور یہی مسلک عام مسلمانوں کی جماعت کا ہے۔ اور جو اس سے نکل جائے تو وہ جماعت کے نزدیک مذموم اور مردود ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعۃ کا مذہب ہے جو قیامت تک غالب رہیں گے۔ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جسے نہ مخالفت کرنے والے ضرر پہنچا سکیں گے اور نہ ان کو بے مدد چھوڑنے والے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اور بعض مسلمان اس پر متفق ہونے کے باوجود جو کہ عموماً جھگڑتے ہیں جو اس اصل میں اختلاف کرے وہ ان کے نزدیک ملحد اور مذموم ہے۔ نصاریٰ کی طرح نہیں ہیں کہ جنہوں نے نیا دین گڑھ لیا کیوں کہ جو سچا نہیں ہوتا وہ یا تو قصداً جھوٹ بولتا ہے اور یا غلطی سے۔ اول الذکر بات سے لازم آتا ہے کہ وہ ظالم اور بے راہ ہے اور آخر الذکر بات سے لازم آتا ہے کہ وہ جاہل اور گمراہ ہے۔ اور محمد ﷺ کا علم جہل کے منافی ہے۔ اور آپ کا کمال دین جھوٹ کے منافی ہے، پس آپ ﷺ کے صفات کے علم سے اس بات کا علم لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور آپ جاہل نہیں تھے کہ غیر دانستہ جھوٹ بولیں۔ جب یہ دونوں باتیں نہ رہیں تو واضح ہوا کہ آپ ﷺ سچے تھے اور اپنے سچے ہونے کا علم بھی رکھتے تھے۔ اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے ان ہر دو باتوں سے آپ ﷺ کی تنزیہہ بیان فرمائی۔

قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط ہوئے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد

نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے بارے میں فرمایا جو یہ قرآن لے کر آئے تھے۔

یہ قرآن اللہ کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کا لایا ہوا، جو قوت والا ہے اور مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے اور وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔

پھر آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

اور تمہارے ساتھ کے رہنے والے محمد ﷺ مجنون نہیں ہیں۔ انہوں نے اس فرشتہ کو (اصلی صورت میں آسمان کے) صاف کنارے پر دیکھا بھی ہے اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ تو تم لوگ اس بارے میں کدھر کو چلے جا رہے ہو۔ بس یہ تو بالعموم دنیا جہاں والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ بھی منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجیے) کہ کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں، جو پہلے سے دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور جو شیاطین کی خبریں سننے کے لئے کان لگا دیتے ہوں اور بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔

اللہ سبحانہ نے ظاہر فرمایا کہ شیطان اس شخص پر اترتا ہے جو اس کے مناسب ہوتا کہ اس کا مقصد اس کے ذریعے بر آئے۔ جس پر ان کے علماء اور عابدین قائم رہے اور جس پر ان کے بادشاہوں نے جنگ کی اور جو ان کے عوام نے اختیار کیا یہ نیا دین ہے، مسیح علیہ السلام کا لایا ہوا دین نہیں۔ اور نہ انبیاء میں سے کسی اور نبی کا دین ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا پس جس نے رسولوں کی پیروی کی، اس کو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوئی اور بدعت میں مبتلا ہوا ہر وہ شخص کہ جس نے علم و عمل کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کی پیروی

میں کوتاہی کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ کی امت میں سے مسلمانوں نے آپ سے اس کو سیکھا پس ہر علم نافع اور ہر عمل صالح کہ جس پر حضرت محمد ﷺ کی امت قائم ہے اسے انہوں نے اپنے نبی ہی سے حاصل کیا جیسا کہ ہر عقل مند پر آشکار ہے کہ آپ ﷺ کی امت تمام علمی و عملی فضائل میں امتوں میں سب سے زیادہ کامل ہے اور یہ معلوم ہے کہ متعلم میں اصل فرع ہونے کے اعتبار سے کمال معلم ہی کا ہوتا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ علم اور دین کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔ اور ان امور سے یہی علم ضروری لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اس قول میں سچے تھے کہ ''میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں''۔

آپ ﷺ اس بارے میں جھوٹے اور افترا پرداز نہیں تھے کیوں کہ یہ بات وہی کہتا ہے، جو لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ کامل ہو۔ بشرطیکہ وہ سچا ہو اور یا سب سے زیادہ شریر اور خبیث شخص کہتا ہے اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور آپ ﷺ کا جو کمال علمی اور دینی مذکور ہوا وہ شر خبث اور جہل کا ضد ہے پس واضح ہوا کہ آپ ﷺ علم اور دین میں غایت درجہ کمال سے متصف تھے اور اس سے یہی لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اس قول میں کہ:

''میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں'' سچے تھے۔

پس شیطان شر ہی کا ارادہ کرتا ہے اور یہ شر جھوٹ اور فجور ہی ہے۔ اور راست بازی اور عدل کا ارادہ نہیں کرتا، پس یہ شیطان اسی شخص سے ملتا ہے کہ جس میں جھوٹ ہو۔ خواہ دانستہ ہو یا غیر دانستہ۔ اور جس میں فجور بھی ہو کیوں کہ دین میں غلطی کرنا شیطان ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کہ ان سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا ''میں اس مسئلہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے بری الذمہ ہیں، کیوں کہ اللہ کا رسول پاک ہے، اس بات سے کہ ان پر قصد یا خطا میں (نعوذ باللہ) شیطان

اترے، برخلاف غیر رسول کے کہ وہ غلطی کرتا ہے اور اس کی یہ غلطی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر چہ اس کی یہ خطا معاف ہوتی ہے۔ پس جب وہ ایسی بات کی خبر دے جو وہ نہ جانتا ہو تو اس میں غلطی کر لیتا ہے۔ اور اگر ایسے ہی امر کا حکم دے تو وہ اس میں فاجر ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شیطان آپ ﷺ پر نازل نہیں ہوا۔ بلکہ بے شک آپ ﷺ پر فرشتہ ہی نازل ہوا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا، پس جس پر آیا وہ رسول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (جیسا کہ بعض کفار آپ کو کہتے تھے) تم بہت کم سمجھتے ہو، رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے''۔ ختم ہوا جو کچھ انہوں نے (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے) ذکر کیا اور یہ انہیں کے الفاظ میں بیان ہوا۔

(۴)

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام اور انعام نبوت

الحمدلله الذی خلق الانسان وعلمه البیان وارسل رسله بالهدی والبیان و ارسل اشرفهم خاتمهم بأشرف کتاب وأبلغ بیان والصلوٰة والسلام علیهم ومن تبعهم باحسان۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر جو انعامات فرمائے، ان میں سب سے بڑا انعام ہدایت ربانیہ کے حصول کے لئے سلسلۂ نبوت کا قیام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کفر وسرکشی ظلمت و جہالت، گناہ و ضلالت، گمراہی وناواقفیت، ظلم وعدوان اور ہر قسم کی روحانی وجسمانی خرابی اور بے راہ روی سے نکالنے کے لئے اپنے برگزیدہ اور محبوب بندوں کو اپنا نبی اور رسول، نائب وخلیفہ، فرستادہ اور پیام رساں بنا کر بھیجا۔ تاکہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑیں، انہیں صاف و پاک بنائیں، سنواریں اور نکھاریں، گناہوں اور رذائل کی گندگیوں سے نکالیں۔ معرفت الٰہیہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور کردار پاکیزہ کی راہ پر ڈالیں۔ عقائد صحیحہ، احکام ربانیہ، روحانی کمالات ومزایا، فکر وآخرت ومعاد سے آگاہ کریں۔ وہ اپنی ہدایت وتعلیمات کا مجسم نمونہ اور اپنی امت کے لئے اسوہ ہوں۔ علم ومعرفت، حکمت وحقیقت کے سُوتے ان سے جاری ہوں۔ پیاسے ان سے سیراب ہوں۔ بھٹکے ہوئے ان سے راہ پائیں اور کفر و ضلالت کے اندھیرے ان سے کافور وروشن ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر پوری ہو اور انسانیت حق وہدایت سے فیضیاب ہو۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾۔ (النساء، ۴:۱۶۵)

بھیجے ہم نے پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے الزام (عذر وحجت) پیچھے پیغمبروں کے۔

انبیا علیہم السلام ائمہ ہدیٰ اور رہنمائی کی روشن قندیلیں ہیں۔ جن کی ذات نمونہ، جن کا اتباع لازم اور جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اس لئے ایسی ذوات عالیہ کا ہر گناہ وگندگی، گمراہی اور خطا سے پاک ہونا ضروری ہے کہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو کیا پاک کرے گا جو خود راہ پر نہیں دوسروں کو کیا راہ بتائے گا، جو عین رہنمائی ہو اور جسے امت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا گیا ہو اور جس کے اعمال اس کی امت کے لئے بمنزلہ دین ہوں۔ اگر اس سے گناہ صادر ہو تو وہ بھی عین دین بن جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے حفاظت فرمائی۔ ان کی تربیت و پرورش خصوصیت سے خود فرمائی۔ انہیں اپنے لئے چنا۔ اگر انہوں نے شاذ ونادر بہترین عمل کو چھوڑ کر بہتر رائے یا عمل کو اختیار فرمایا تو یا فوراً انہیں آگاہ فرما کر اس عمل کی خود تصویب وتصدیق فرمادی یا معاف فرما کر اس پر انہیں جمنے نہیں دیا گیا۔

معالی الامور اور عزائم الاعمال ومحیر العقول مآثر ومفاخر، بلند ترین مقاصد، عمدہ ترین محامد، عظیم ترین کارناموں، حیرت انگیز فتح مندیوں، تعجب خیز کامیابیوں پر ان کی شان کے لائق استغفار کا حکم دیا گیا ہے کہ

عاصیاں از گناہ توبہ کنند
مقبلاں از طاعت استغفار

انبیاء علیہم السلام کے استغفار کی مثال طاہر و پاکیزہ جسم پر عطر وخوشبو لگانے کی ہے۔ سورۃ النصر میں کامیاب کارناموں کے اختتام پر "نصر وفتح" اور دین میں فوج در فوج داخلے کے مناظر دیکھنے کے بعد تسبیح وتحمید واستغفار کا حکم اسی معنی میں ہے۔ یا یوں کہیے کہ کارنامہ رسالت کی کامیاب تکمیل پر وہی حکم ہے جو ابتدائے نبوت میں دیا گیا تھا۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۧ﴾ (الانشراح، ۹۴:۷،۸)

پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو (عبادت خاصہ) میں محنت کر کے اپنے رب کی طرف

رغبت وتوجہ کیجیے۔

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی پاکیزگی، ان کی نیکی ونزاہت، عصمت اور بلندیٔ کردار کے نغموں سے پرشور ہے۔ ایک مقام پر کئی نبیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝﴾ (انبیاء،۷۲،۷۳:۲۱)

ان میں ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا اور ہم نے ان کو وہ پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو راہ دکھاتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کاموں کے کرنے کی، نماز کھڑی کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گذار تھے۔

صاف ظاہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود صالح، امام و پیشوا اور راہ دکھانے والا اور اپنا خاص عبادت گزار بنایا ہو، اس سے گناہ کا صدور کیسے ہوسکتا ہے۔ ان کی پیدائش ہی ہدایت یابی اور ہدایت رسانی کے لئے تھی کہ رسالت کا موضوع ہی ہدایت ہے۔ اس لئے ان کی طرف گناہ کی نسبت کرنی نبوت کی حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی اس قسم کی آیات ہیں۔ کہیں انہیں:

﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (انعام:۸۵:۶)

یہ سب نیکیوں میں تھے۔

کہا گیا ہے۔ اور کہیں کھل کر اعلان کیا گیا ہے:

﴿وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾۔ (انعام:۸۷:۶)

اور ہم نے ان (سب) کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت دی۔

ایک دوسرے جگہ کئی انبیاء کا تذکرہ فرمانے کے امام الانبیاء سید الرسل حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ﴾۔ (انعام:۹۰:۶)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت کی اللہ نے، پس آپ بھی ان ہی کی ہدایت (طریق) کی پیروی کیجیے۔

یہ صالح ہونا، مقبول ہونا، راہ راست پر ہونا اور ہدایت یافتہ ہونا سب عصمت اور بے گناہی کی

کھلی دلیلیں ہیں جن سے کوئی صاحب ہوش انکار نہیں کرسکتا۔ غرض عصمت، انبیا علیہم السلام کی صفات لازمہ اور ذاتیہ میں سے ہے جس سے اللہ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو نوازا اور جملہ انسانوں سے ممتاز کیا اور اپنی خصوصی عنایت سے انہیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے محفوظ فرمایا اور معصیت اور اپنے اوامر کی مخالفت سے باز رکھا کہ حکمت الٰہی نے انہیں قدوہ اور اسوۂ صالحہ بنایا ہے کہ ان کا عمل شریعت و دین ہے۔ اگر وہ گناہ کرتے تو (العیاذ باللہ) گناہ جائز ہوجاتا اور یہ شرعاً وعقلاً محال ہے۔ پس عصمتِ انبیا سے کلی یا جزوی انکار حکمت تشریعی اور حقیقت نبوت سے ناواقفیت کا نشان ہے۔ اسی طرح بشریت کے اثبات کے لئے عصمت کا کسی وقت کے لئے اٹھالیا جانا بھی انتہائی مہلک مغالطہ ہے کہ نبی کی انسانوں کے ہاں پیدائش، کھانا پینا، عام انسانی ضروریات کا رکھنا اس کی بشریت کا خود اظہر من الشمس ثبوت ہے۔ اس لئے گناہ کروانے کیلئے عصمت کا اٹھایا جانا نبوت سے مذاق کے مترادف ہے۔ نبی اولاً وآخراً، ظاہراً و باطناً ہر حال و مقام میں معصوم ہے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک و بری ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و سلامتی کا مورد اور خود سراپا رحمت و برکت وسلامتی وہدایت۔

نبوت نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ ہے۔ یہ اجتباءِ ربانی، انتخاب صمدانی اور محض عطیہ الٰہی ہے، جس میں کسب واکتساب، سعی ومحنت، کوشش وجستجو کا کوئی دخل نہیں۔ نہ یہ تلاش حق میں تدریجاً ملتی ہے، نہ عبادت واطاعت اس کے حصول کا ذریعہ ہے، نہ خلوص وہمت اس کی یافت کی راہ ہے۔ یہ اللہ جل جلالہ کا چناؤ اور عطا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون رسالت ونبوت کے قابل تھا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ﴾۔ (انعام،۱۲۴:۶)

اللہ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رکھے پیغمبری اپنی کو۔

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ﴾۔ (الحج،۷۵:۲۲)

اللہ تعالیٰ منتخب کرلیتا ہے (جسے چاہتا ہے) پیغام پہنچانے والے (فرشتوں میں سے) (اور جسے چاہتا ہے) انسانوں میں (پیغمبر چن لیتا ہے)۔

بعض پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

(اٰل عمران۳۳:۳)